المنار جرمنی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

T. I. COLLEGE OLD STUDENT'S ASSOCIATION GERMANY

جولائی۔اگست۔ستمبر۔2023

المنار جرمنی

جولائی۔اگست۔ستمبر 2023

بمطابق:وفا۔ظہور۔تبوک۔1400ہجری شمسی

صبح سیر کو جاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

"ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے۔اور اسے ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرنی چاہیے۔بزدلی منافق کا نشان ہے۔مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے۔مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو۔موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے وہ تہوّر ہوتا ہے۔مومن میں شتابکاری نہیں ہوتی۔بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرت دین کے لیے تیار رہتاہے اور بزدل نہیں ہوتا۔انسان سے کبھی ایسا فعل سرزد ہو جاتاہے جو خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتاہے اور کبھی خوش کر دیتا ہے۔مثلاً اگر کسی سائل کو دھکا دیا تو وہ سختی کا موجب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا فعل ہوتا ہے۔اس لیے اسے توفیق نہ ملے گی کہ وہ اسے کچھ دے سکے۔لیکن اگر اس سے نرمی اور اخلاق سے پیش آئے گا،توخواہ اسے پیالہ پانی کاہی دے دے تووہ ازالۂ قبض کا موجب ہو جائے گا۔

زیرِ نگرانی

پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب
سرپرست تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن
جرمنی

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن

جرمنی

چوہدری عبد الغفور ڈوگر

مدیر اعلیٰ المنار

چوہدری محمد کولمبس خاں

پتہ
Bait us Sabooh
Genferstrasse 11
60437 Frankfurt / M
E-Mail:
columbuskhan@gmail.com

ارشادِ باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (1)

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ (2)فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ (3)وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ (4)فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (5)الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ (6)الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ (7)وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ (8)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ پس وہی شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس اُن نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت ہو۔ جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بھی (لوگوں سے) روکے رکھتے ہیں۔

(اس کلام الٰہی میں آج کے دور میں ہونے والے واقعات کی بابت پیش گوئیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اہل دانش کے لئے غور کا مقام ہے)

حدیث نبوی ﷺ

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ۔رضی اللہ عنہ۔قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنۡ آمَنَ بِاللّٰہِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰہِ أَنۡ يُدۡخِلَهُ الۡجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰہِ، أَوۡ جَلَسَ فِي أَرۡضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰہِ أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ، قَالَ: إِنَّ فِي الۡجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰہُ لِلۡمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰہِ، مَا بَيۡنَ الدَّرَجَتَيۡنِ كَمَا بَيۡنَ السَّمَاءِ وَالۡأَرۡضِ، فَإِذَا سَأَلۡتُمُ اللّٰہَ فَاسۡأَلُوهُ الۡفِرۡدَوۡسَ، فَإِنَّهُ أَوۡسَطُ الۡجَنَّةِ وَأَعۡلَى الۡجَنَّةِ، أُرَاهُ فَوۡقَهُ عَرۡشُ الرَّحۡمٰنِ، وَمِنۡهُ تَفَجَّرُ أَنۡهَارُ الۡجَنَّةِ ۔(صحیح البخاری کتاب الجهاد و السیر باب درجات المجاهدين فی سبیل اللّٰہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور نماز قائم کرتا اور رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ پر گویا یہ حق ہو جاتا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ ایسا انسان خدا کے رستہ میں جہاد کرے یا کہ اپنے پیدائشی گھر کے باغیچہ میں ہی قاعد بن کر بیٹھا رہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ تو کیا یا رسول اللہ! ہم یہ بشارت لوگوں تک نہ پہنچائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک سو درجے ایسے ہیں جنہیں خدا نے اپنے مجاہد بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے اور ہر درجہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس اے مسلمانو! جب تم خدا سے جنت کی خواہش کرو تو فردوس والے درجہ کی خواہش کیا کرو جو جنت کا سب سے وسطیٰ اور سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اس سے اوپر خدائے ذوالجلال کا عرش ہے اور اسی میں سے جنت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ ان متکبر مولویوں کا تکبر توڑے گا اور انہیں دکھلائے گا کہ وہ کیونکر غریبوں کی حمایت کرتا ہے اور شریروں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالتا ہے۔ شریر انسان کہتا ہے کہ مَیں اپنے مکروں اور چالاکیوں سے غالب آجاؤں گا اور مَیں راستی کو اپنے منصوبوں سے مٹادوں گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اسے کہتی ہے کہ اے شریر میرے سامنے اور میرے مقابل پر منصوبہ باندھنا تجھے کس نے سکھایا کیا تُو وہی نہیں جو ایک ذلیل قطرہ رحم میں تھا کیا تجھے اختیار ہے جو میری باتوں کو ٹال دے۔

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 67)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز

”... اللہ تعالیٰ نے بحر و بر کے فسادوں کو دور کرنے کے لئے آخری تعلیم آنحضرت ﷺ پر اتاری۔ آج بھی یہی تعلیم ہے جس نے اندھیروں کو روشنیوں میں بدلنا ہے۔ آج بھی یہی تعلیم ہے جس نے دنیا کے فسادوں کو اپنی سلامتی کے پیغام سے دور کرنا ہے۔ گو کہ وہ لوگ محروم ہوگئے جن کے دلوں سے تقویٰ نکل گیا اور خود غرضیوں اور حسد اور بغض میں بڑھ گئے لیکن خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے آخری شرعی نبی تھے سے کئے گئے اس وعدے کو کہ اسلام نے ہی تمام ادیان پر غالب آنا ہے واپس نہیں لے لیا۔ محروم اگر ہوئے تو تقویٰ سے عاری لوگ ہوئے نہ کہ دین اسلام میں کسی قسم کی کمی ہوئی۔ آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اور اس کی ترقی کے لئے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو کھڑا کیا ہے۔ آج مسلمانوں کی اس کھوئی ہوئی میراث کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے دلوں کو تقویٰ سے پُر کرتے ہوئے واپس لانا ہے۔

پس یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ اس سلامتی کے پیغام کو ہر طرف پھیلاتا چلا جائے۔ ہر دل میں یہ بات راسخ کردے کہ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار اور محبت کا علمبردار ہے۔ ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔ اسلام نے قوموں اور ملکوں کی سطح پر بھی امن اور سلامتی قائم کرنے کے لئے جو خوبصورت تعلیم دی ہے اس کا مقابلہ نہ کوئی انسانی سوچ کر سکتی ہے اور نہ کوئی مذہب کر سکتا ہے۔ اس خوبصورت تعلیم پر عمل سے ہی دنیا کا امن اور سلامتی قائم ہو سکتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ر جون ۲۰۰۷ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ر جولائی 2007)

پیغام صدر

برادران

سالِ رواں کا نصف بیت چکا ہے اور تیسری سہ ماہی کا المنار آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے جس میں ٹکوسا جرمنی کی سرگرمیوں کا تذکرہ تحدیث نعمت کے طور پر درج ہے کہ باہمی اخوت کی پائیداری میں جہاں اضافہ ہو رہا ہے وہیں ٹکوسا جرمنی کو خدمت خلق کے میدان میں آگے قدم بڑھانے کی توفیق مل رہی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ مجلس انصاراللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر محترم صدر صاحب انصاراللہ کی اجازت سے ٹکوسا کا ایک الگ سٹینڈ لگایا گیا تھا جہاں کثرت سے دوست تشریف لائے اور ہماری حقیر مساعی سے آگاہی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ممبر شپ میں بھی اضافہ ہوا۔ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر بھی ایک انفارمیشن سٹینڈ کا انتظام کیا جارہا ہے۔ بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لاکر اپنی پرانی یادوں کو تازہ کرنے کے ساتھ نئی یادوں کا بھی سلسلہ مستحکم کریں۔ ٹکوسا کے تفریحاتی پروگرام میں شرکت احباب لئے مسرت کا باعث ہے جبکہ دوسری طرف دنیا بھر میں اور خصوصاً پاکستان میں احمدی طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک ہمارے لئے تکلیف کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹکوسا جرمنی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے کہ ہر سال اضافہ کے ساتھ رقم جمع کرکے نظارت تعلیم کو بھیجی جائے تاکہ ضرورت مند طلباء محض پیسے کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہ رہیں۔ اس غرض کے لئے سکالرشپ فنڈ میں جرمنی میں کسی بھی جماعتی رسید بک پر TSF کی مد کے تحت رقم جمع کروائی جاسکتی ہے۔ اس موقعہ پر ان احباب کے لئے جو کم از کم تین صد یورو دے کر خصوصی معاونین میں شامل ہیں دِلی دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انکے اموال اور نفوس میں برکت ڈالے۔ آمین۔ دیگر صاحب حیثیت بھائیوں کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ آگے آئیں اور معاونین خصوصی کی صف میں شامل ہو کر ثواب کے حقدار ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار عبدالغفور ڈوگر

صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی۔

چند دلچسپ کتب کا مختصر تعارف

زمانہ ہر جہت سے اس قدر بدل گیا ہے کہ علم کے میدان میں کتاب کی اہمیت دن بدن کم سے کم تر ہو رہی ہے۔ روائیتی لائبریریوں کی جگہ کمپیوٹر اور موبائل فون نے لے لی ہے۔ تاہم جن لوگوں کو کتاب پڑھنے کی عادت ہے وہ جانتے ہیں کہ کتاب کا مزہ ہی الگ ہے۔ اس وقت میں زمانہ قریب میں شائع ہونے والی چند کتب کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جن کو میں نے نہایت دلچسپ اور ایمان افروز پایا۔ یہ کتب یا تو خودنوشت داستان حیات ہیں یا ان کی اولاد کی جمع کردہ اپنے واقفین والدین کی زندگی کے حالات ہیں۔ ایک چیز جو ان سب کتب میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ سبھی واقفین زندگی کی داستانیں ہیں۔ اور دوسری چیز جو میرے لئے نہایت ایمان افروز ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کمال وفاء کے ساتھ اپنی راہوں میں آنے والی دنیاوی تنگی ترشی کو صبر، دعا اور استقلال سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے خاموشی سے برداشت کیا اور حرف شکایت اپنے لبوں پر نہ آنے دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی وفاؤں اور دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ہر قدم پر معجزانہ طور پر غیب سے ان کی رہنمائی فرمائی۔ جن واقفین زندگی کی یہ سوانح حیات ہیں، اس سبھی سے خاکسار کا ذاتی محبت اور ارادت کا تعلق رہا ہے یا ابھی بھی قائم ہے۔ جن کتب کا میں مختصر تعارف کرانے جا رہا ہوں وہ درج ذیل ہیں:

1۔ میرا سفر زندگی

(خودنوشت سوانح حیات محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم)

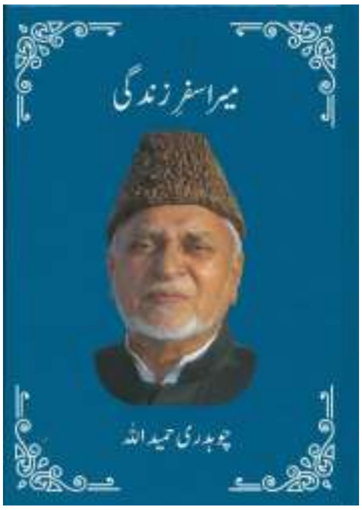

برادرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ خاکسار کا نہایت قریبی دوستی کا تعلق، اگرچہ عرصہ ساٹھ سال سے زیادہ پر محیط رہا۔ وہ میرے دوست بھی تھے اور محسن بھی، مگر اس کتاب کو پڑھنے سے ان کی ذات اور خدمات کے بہت سے وہ پہلو میرے سامنے آئے، جن کا مجھے علم نہیں تھا۔ چوہدری صاحب خاموش خدمت کے عادی تھے۔ نمائش اور دِکھاوا ان کے نزدیک گناہ تھا۔ ان کا تعلیمی کیریئر بہت شاندار تھا۔ ریاضی میں ایم۔اے فرسٹ ڈویژن میں کیا۔ نہایت قابل استاد تھے۔ میں چاہتا تو ہوں کہ ان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے یہاں کروں، مگر میرا مقصد تو اس وقت یہ ہے کہ دوست ان کی یہ تصنیف خود پڑھیں۔ اس سے ان کے لئے دل سے دعائیں بھی نکلیں گی اور زندگی بخش رہنمائی بھی ملے گی۔ اس

کتاب کی تحریر توانہوں نے خود اپنی زندگی میں ہی مکمل کرلی تھی مگر چھپوائی کا کام ان کے بچوں نے کیا۔جب ان کی صاحبزادی عزیزہ رضوانہ، جو محترم سید کمال یوسف صاحب، کی بہو ہیں، نے خاکسار کو بتایا کہ ان کے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات چھپوائی جارہی ہے تو خوشی ہوئی اور جب چھپ گئی تو انہوں نے خود ہی ازراہ شفقت مجھے بھجوا بھی دی۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

یادِ حبیب بزبان عبد العزیز

خود نوشت سوانح حیات محترم چوہدری عبد العزیز ڈوگر صاحب مرحوم

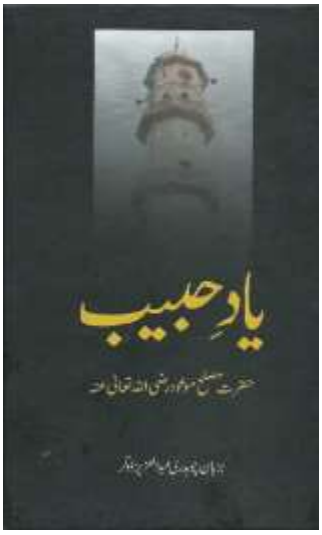

یہ ایمان افروز خودنوشت ایک ایسے خوش قسمت مجاہد کی داستان ہے، جنہوں نے عین جوانی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی اسلام واحمدیت کی خدمت کے لئے اس وقت پیش کر دی جب جماعت کی مالی حالت اس قدر کمزور تھی کہ بعض اوقات معمولی سا گزارہ الاؤنس بھی بروقت نہیں ملتا تھا۔وہ سب کچھ جانتے ہوئے عمر بھر کس قدر مالی تنگی کا سامنا ہوسکتا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی قدر فرمائی اور ان کو اپنے ذاتی معاونین خاص میں شامل کرکے ہر قدم پر ان کی رہنمائی کی۔انہوں نے بھی قربانی کے وہ معیار قائم کئے جو بہت کم واقفین کے حصہ میں آئے۔ یادِ حبیب اس مجاہد کی ایمان افروز یادوں کا مجموعہ ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔یہ ذکر کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے موجودہ صدر محترم عبد الغفور ڈوگر انہی کے صاحبزادے ہیں

من آنم کہ من دانم

خود نوشت داستان محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب

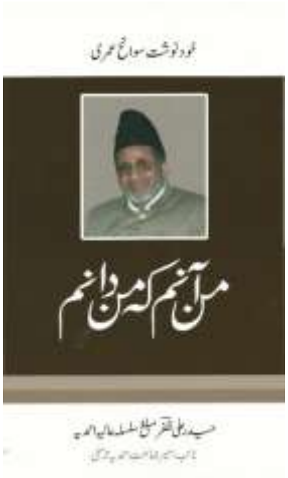

محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر بطور مشنری اور مربی خدمت کی توفیق دی۔ایک ایسا واقف زندگی جسے اپنے عرصہ خدمت میں خلیفہ وقت کی طرف سے بار بار مقام خدمت کی تبدیلی کا ارشاد موصول ہورہے،وہ حکم کی اطاعت تو شرح صدر سے کرتا ہے مگر طبعی طور پر اسے کئی قسم کی مشکلات بھی درپیش آتی ہیں۔اس کے لئے یہ تبدیلی ایک قسم کی ہجرت ہی ہوتی ہے۔اس میں گھر کا تمام سامان اٹھا کر نئے گھر میں منتقل ہونا، بچوں کو نئے سکولوں میں داخل کروانا، نئے ماحول میں، نئے میدان عمل میں اپنا نئے سرے سے تعارف کروانا وغیرہ

وغیرہ۔ ان امور کا ذکر کرتے ہوئے محترم مولانا صاحب جو اس کتاب میں جو بیان کیا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے محض اسی کی خوشنودی کے لئے ان مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود ان کی رہنمائی اور غیبی مدد کے سامان پیدا فرما دیات ہے۔ یہ کتاب ایسے ہی متعدد واقعات کا مجموعہ ہے۔

حیات ظہور

سوانح حیات محترم چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم۔

سابق آڈیٹر اور ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ

مجھے یہ سوانح عمری میرے بہت ہی پیارے دوست اور تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم، چوہدری انیس احمد عقیل، حال مقیم امریکہ نے بھجوائی۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے۔ میرے محسن تھے اور خاکسار کے ساتھ محبت اور بے تکلف دوستی کا رشتہ تھا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے نہایت قریبی معتمدین میں سے تھے۔ اس سے قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بھی چوہدری ظہور احمد صاحب کی سیاسی بصیرت کو بھانپتے ہوئے انہیں کشمیر کی آزادی کی تحریک میں اہم امور کی سرانجام دہی کے لئے مختلف مواقع پر رہنماؤں سے مشورہ کے لئے بھجواتے رہے۔ 1933 کے اس ابتدائی اجلاس میں جس میں علامہ سر محمد اقبال نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بطور صدر کشمیر کمیٹی تجویز کیا اور جس میں ہندوستان کے اس وقت کے چوٹی کے مسلمان سیاسی اور مذہبی لیڈر شامل ہوئے تھے، اس اجلاس میں چوہدری ظہور احمد صاحب صرف شامل ہی نہیں تھے بلکہ اس اجلاس کی کارروائی بھی انہوں نے ہی لکھی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر قومی سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کرتے رہے جن میں نوابزادہ لیاقت علی خاں مرحوم، وزیر اعظم پاکستان سے لیکر ملک امیر محمد خان مرحوم، گورنر ویسٹ پاکستان شامل ہیں۔ یہ فہرست بہت لمبی ہے۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ یورپ کے دوروں میں بھی شامل ہوئے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب کی زندگی کے حالات پر مشتمل یہ کتاب دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔

ایک ضرورت کاغذی تحریر نے خاکسار اپنے آپ کو اس بات کا اہل نہیں سمجھتا اور نہ ہی تحریر و تقریر میں کوئی تجربہ رکھتا ہے کہ ہر شمارہ میں میرا مضمون شامل ہو مگر برادرم محترم چوہدری محمد کولمبس خان، بطور مدیر اعلیٰ تن تنہا جس بے لوث لگن کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی اس خواہش کو کہ ہماری ایسوسی ایشن کو رسالہ "المنار" جاری کرنا چاہیئے، اس کو دیکھتے ہوئے مجھے ندامت ہوتی ہے کہ کہ جب وہ کوئی حکم دیں تو میں عذر پیش کروں۔ پھر میں سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں تو سب سے پہلے میرے دل میں نہ ختم ہونے والے تشکر کے جذبات ہی آتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس نے ہمارے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم فرمودہ تعلیم الاسلام کالج میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا اور اپنے محسن قربانی کرنے والے اساتذہ کرام کی محبت اور تربیت سے مستفیض ہوئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ لاہور کی نہایت آرام دہ رتن باغ جیسی قیام گاہ چھوڑ کر خود بنفس نفیس ربوہ کی بے آب و گیاہ بستی میں ڈیرہ نہ لگا لیتے جہاں مٹی اور کلر کے علاوہ کچھ نہ تھا اور پھر غریب کارکنان کے بچوں کی تعلیم کی خاطر اپنے موعود نافلہ کو حکم نہ دیتے کہ تعلیم الاسلام کالج کو، لاہور کی تمام facilities کو ٹھکرا کر، ربوہ کی صحرا میں لے آؤ، تو ہم میں سے بہت سارے اعلیٰ تعلیم سے محروم ہوتے۔ اظہار تشکر کے انہیں احساسات نے ہمیں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن قائم کرنے کی طرف مائل کیا تا ہم گاہے بگاہے مل بیٹھ کر ان ایمان افروز یادوں کا تذکرہ کے اپنے محسنین کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ساتھ ہی شکرانے کے طور پر پاکستان میں ان غریب طلباء کی امداد کے لئے جن کے والدین اعلیٰ تعلیم کے بھاری اخراجات برداشت نہیں کرسکتے کی مالی امداد کے لئے سالانہ حسب توفیق کچھ رقم پیش کرسکیں۔ جب تک بطور صدر ایسوسی ایشن کی ذمہ داری اس خاکسار پر ڈالی گئی، خاکسار نے سکالر شپ فنڈ کی طرف توجہ مرکوز رکھی۔ میں ان تمام دوستوں کے لئے تادم حیات دعا گو رہوں گا جو اس کارِ خیر میں شامل رہے۔ وہ سب میرے محسن ہیں۔

میں اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کا بے پناہ مشکور ہوں کہ ہمارے موجودہ صدر محترم چوہدری عبد الغفور ڈوگر صاحب نے اس ذمہ داری کو سنبھالتے ہی ایسوسی ایشن میں ایک نئی روح پھونک دی۔ انہوں نے نہ صرف سکالر شپ فنڈ کو بڑھایا بلکہ کامیابی کے ساتھ بہت ساری نئی نئی تحریکات کا آغاز کیا۔ سیروفی الارض کے قرانی حکم کے تحت بیرون جرمنی کے پروگراموں کا آغاز کیا۔ افریقہ کے سکولوں کی امداد کا پروگرام بنایا۔ Sports کے پروگواموں میں وسعت پیدا کی۔ آج کل جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو TICOSA کی طرف سے مکرم شیخ منصور احمد صاحب، سیکرٹری TICOSA کے ذریعہ پاکستان میں رمضان پیکٹ تقسیم کئے جارہے ہیں۔ چوہدری عبد الغفور ڈوگر صاحب نے ایسوی ایشن کے پروگراموں میں اس قدر وسعت پیدا کی ہے جس

کوہم میں سے بہت لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں میں ان کے بزرگ والد محترم چوہدری عبد العزیز ڈوگر مرحوم کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ کبھی تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم نہیں رہے مگر تادم حیات سالانہ باقاعدگی کے ساتھ ایک مکمل سکالرشپ کی رقم ادا فرماتے رہے۔ اور ان کی رحلت کے بعد، صدر صاحب خود ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ان کی طرف وہی رقم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

صدر محترم ان تمام پروگراموں میں کامیاب نہیں ہوسکتے اگر ان کو اپنی عملہ کے تمام رفقاء کا تعاون حاصل نہ ہو۔ عاملہ کے تمام دوستوں کے نام یہاں بیان کرنے سے طوالت ہو جائے گی مگر میں مکرم سید شکیل احمد صاحب کو ذکر لئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ وہ نہ صرف سیر و فی الارض کے پروگرام تن تنہا تیار کرتے ہیں بلکہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں بھی باقی دوستوں میں سب سے آگے رہتے ہیں۔

ان تمام activities کے ساتھ ساتھ ہماری ایسوسی ایشن کا بنیادی مقصد پوانہ ہو اگر ممبران دل کھول کر سکالرشپ فنڈ میں مالی معاونت نہ کریں۔ ان سب کے علاوہ ہم ان دوسرے دوستوں اور بزرگوں کے بھی ممنون احسان ہیں جو تعلیم الاسلام کالج میں زیر تعلیم تو نہیں رہے مگر باقاعدگی کے ساتھ بھاری رقوم سکالرشپ فنڈ میں پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بے لوث قربانیاں قبول فرمائے اور ان کے اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

حمید احمد چوہدری۔

سرپرست ٹکو ساجرمنی

کتاب من آنم کہ من دانم پی ڈی ایف صورت میں ایڈیٹر المنار سے حاصل کی جاسکتی ہے

رگ وریشے میں گوندھی ہے خلافت سے وفاداری
اسی کا ہوں غلام ادنیٰ اسی کا ایک انصاری

خلافت ہی قیامِ امنِ عالم کی ضمانت ہے
رضا اس کی رضائے حق تعالیٰ کی ہے رہ داری

علی الاعلان کہتا ہوں کہ رسوائی مقدر ہے
نظامِ آسمانی سے کرے گا جو بھی غداری

مسیحِ وقت کے ہیں حضرتِ مسؔرور اب نائب
خدا نے ہی زمانے کی انہیں سونپی ہے سرداری

یہی مردِ خدا ہے جو بِنا تلوار و نیزے کے
نہتا کر رہا ہے ہر جہت میں دیں کی سالاری

"کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو"
شریروں پر شرارے ہی گرائے ان کی مکّاری

وہی پاتے ہیں دربارِ خداوندی میں ہر عزت
خدا کے پاک بندوں کی جو کرتے ہیں طرف داری

خدا کے برگزیدوں کو ستانا، ان کو دکھ دینا
سنو! زہرِ ہلاہل ہے نہیں ہے عام بیماری

عقیدت کا مراناطہ ہے ان سے پانچ پشتوں کا
اگر یہ جرم ہے تو یہ ظفرؔ ہے اس کا اقراری

احرار سے خطاب

(سید ابوالحسن قدسیؔ)

عہد ہے محمود کا عہد شباب زندگی
کیوں نہ ہو پھر جوش میں موج شراب زندگی

ہے نگاہِ لطف ساقی رشتہ نبضِ جان کا
تابش برق تبسم میں ہے آب زندگی

موت کو اپنی متاعِ زندگی سمجھے ہیں وہ
جو سمجھتے عمر فانی ہیں سرابِ زندگی

کیا حقیقت زندگی کی خاک آئے گی نظر
جب تلک حائل رہے آگے حجاب زندگی

آہ آتش بار کی ظالم تجھے پروا نہیں
ظالموں پر کیا نہیں آتا عذابِ زندگی

دشمنانِ احمدیت کیا مٹائیں گے ہمیں
خود مٹے گا ٹوٹ کر ان کا حبابِ زندگی

سعی لاحاصل سے انکے ہاتھ میں آیا نہ کچھ
نامرادی کیا یہ ان پر ہے عتاب زندگی

آرزوئیں ہو کے خوں انکے دلوں میں گھٹ گئیں
اک پریشاں خواب نکلا ان کا خواب زندگی

ہے مسیح وقت کے فیضان قدسی کا اثر
کھل گیا ہے ہم پہ جو راز کتاب زندگی

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 20 ستمبر 1935)

میاں احسان الحق صاحب مرحوم ایم این اے فیصل آباد کا خط جو انہوں نے مکرم پروفیسر حمید احمد صاحب کو لکھا

Dear Hamid,

I am glad to hear that T. I. College Old Students Association has been launched in Germany. Whereas I congratulate you on that, I wish it could be done all over the world, including Pakistan. I owe so much to T.I. College that I will be ungrateful if I forget it. It is not the buildings of bricks and cement that lend grandeur to an institution. It is the devotion of its leadership, love and affection of the teachers that create an atmosphere that helps in moulding the character of students.

My admission to T. I. College brought about a turning point in my life. After having wasted my years in Government College Lyallpur, I decided to join that great institution in 1956. The college was then headed by a charismatic personality. You remember I had a big wound on my arm and needed special care and attention. God bless the then Principal, Hazrat Mirza Nasir Ahmad, who treated me like his own son and provided every facility I needed and more. It was not that physical attention alone that impressed me, it was the entire family-like atmosphere that was so sincere, so Islamic, so innocent and so enjoyable. Rabwah in those days was a small sleepy town, devoid of facilities of a city life that I was used to in Lyallpur. No hotels, no cinemas, no music and yet it was not monotonous. It was both academic and athletic. It was religious and yet secular. I did not belong to the Ahmadiyya community, and am still not an Ahmadi, but I never felt that I was not amongst good Muslims. Rather I did feel that I was amongst better Muslims. I developed some Islamic values that later revolutionised my life became integral part of my character.

When I sat for the final LL.B Examination in the University Law College, Lahore, all students walked out of the examination hall as

a protest on something and went on strike. I was the only one who did not take part in strike. Later an enquiry was ordered by the government and I was called as a witness. Justice Mushtaq of Lahore High Court, who presided over the enquiry commission, asked me why I did not join the strikers. I told him frankly that I had graduated from T.I. College Rabwah, and there I had learnt to respect law and not to revolt against authority and I believe this is a good lesson. He was impressed.

I have been active in politics for about forty years. I am one of the founder members of the Pakistan Peoples Party. As a member of the National Assembly from 1970 to 1977, I have roamed through the parlours of power for seven years. I have seen the hypocrisy not only of our political, but also of our religious leadership from too close. I wish they had all studied at T.I. College, Rabwah and leant the basic principles of honesty and integrity.

I wish I could mention all my teachers and classmates by name, but that will make this message too long. If I were to name one teacher and one student, I will name Mian Ata-ur-Rehman, our professor of Physics, and Chaudhry Bashir Ahmad of Sheikhupura (popularly known as Haji in those days), for their virtues which I cannot fully describe in words. Chaudhry Bashir Ahmad, like myself, later joined Pakistan Peoples Party and was elected a member of the provincial assembly (MPA). We remained good friends till he died in an accident.

I wish to tell all my friends that they are lucky to have been at T.I. College. Keep the great traditions of the great institution alive and I mean, honesty, integrity, morality, discipline, and above all tolerance and respect for dissenting views. All these things were summed up in the motto of the college, which was Ilm-o-Amal.

May Allah bless Hazrat Mirza Nasir Ahmad and all the kind teachers who contributed to my consequent success in life. May God bless you all and me and my family. Amen.
Mian Ehsanul Haq (Ex MNA) Faisalabad

T. I. College Old Students Association Germany

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

قرار داد تعزیت بروفات صاحبزادہ ڈاکٹر مبشر احمد صاحب

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وفادار خادم صاحبزادہ ڈاکٹر مبشر احمد صاحب کی رحلت پر اپنے دلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پیارے امام، اور خاندان کے تمام افراد کے ساتھ اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال ولاکرام ۔

کہتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو ایسے سلطان نصیر عطا فرماتا رہے۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے

صاحبزادہ ڈاکٹر مبشر احمد صاحب کالج میں ہم میں سے بہتوں کے ہم جماعت تھے۔ مرحوم نہایت خوش مزاج اور بااخلاق دوست تھے۔ اور یہ اوصاف عمر بھر ان کی ذات کا حصہ رہے۔ ڈاکٹری تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے بطور واقف زندگی جماعتی اور انسانی خدمت کا آغاز کیا اور اس کا حق ادا کیا۔ خاندان سے وابستگی کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور خاص خلفائے احمدیت کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائی۔

ہم اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، اور مرحوم کی اہلیہ محترمہ۔ ان کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا فخر احمد صاحب، اور کے جملہ لواحقین کی خدمت میں اس صدمہ پر دلی تعزیت کے جذبات پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی و ناصر رہے۔

اس قرارداد کی نقل بوساطت محترم پروفیسر حمید احمد صاحب، ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا فخر احمد صاحب کی خدمت میں بھجوائی جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ ہمارے تعزیت کے جذبات تمام افراد خاندان کی خدمت میں پہنچادیں۔

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ چوہدری عبد لغفور ڈوگر۔ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد۔ ٹلفورڈ

Z 09-06-2023

عزیز ممبران ٹی آئی کالج اولڈ ایسوسی ایشن جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی وفات پر آپ کی طرف سے قرار داد تعزیت پر مشتمل خط موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کا خلافت سے غیر معمولی وفا کا تعلق تھا۔ بچوں کو بھی اس کا کہتے رہتے تھے اور خود بھی عمل کر کے دکھایا۔ آپ نے ہر ایک سے تعلق نبھایا اور ہمیشہ اپنے مریضوں کا خیال رکھا اور غریبوں کی دلداری کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے ایسے وفا شعار اور انسانیت کا درد رکھنے والے صالح وجود آئندہ بھی ہمیشہ جماعت کو عطا فرماتا رہے۔ اللہ ہر آن آپ سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

جرمنی

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

اسلام آباد۔ ٹلفورڈ
Z 10-05-2023

مکرم عبدالغفور ڈوگر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ دنوں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے بیس ممبران کے مراکو کے تفریحی Tour پر جانے کے بارہ میں آپ کا خط مل گیا ہے۔ اُمید ہے یہ Tour اچھا رہا ہوگا۔ اللہ آپ کی کوششوں میں برکت دیتا رہے اور آپ کا اور جملہ ممبران کا ہر آن حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

مورخہ 30اپریل 2023 کو فرینکفرٹ میں ٹکوساجرمنی کے زیراہتمام

ادبی پروگرام کا انعقاد

تعلیم اسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کا ادبی پروگرام محترم پروفیسر مبارک احمد عابد کی جرمنی تشریف آوری پر منعقد ہوا جس میں اولڈ سٹوڈنٹس تعلیم الاسلام کالج کے علاوہ کثیر تعداد میں دیگر احباب نے بھی شرکت کی اس لحاظ سے یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ اس کی تیاری میں بہت سے دوستوں نے تعاون کیا مکرم عطاءالعزیز صاحب چوہدری حمید اللہ ظفر صاحب، عبدالشکور بھٹی صاحب سلیم الدین صاحب خاص طور ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔ اسی طرح شعبہ سمعی بصری جماعت جرمنی کے بھی ہم مشکور ہیں ان کے تعاون سے یہ پروگرام لائف نشر کیا گیا۔

ٹکوسا جرمنی کی دوسری سہ ماہی کی سرگرمیوں کی رپورٹ۔ از شیخ منصور احمد جنزل سیکریٹری

مئی 2023 میں ٹکوسا جرمنی کے زیر اہتمام 20 سابق طلباء پر مشتمل

مراکش کا ایک تفریحی دورہ

یہ ٹکوسا کے زیر انتظام دوسرا تفریحی دورہ تھا اس پہلے بلغاریہ کی سیر کی گئی جس کی رپورٹ گزشتہ المنار میں آچکی ہے۔ اس بار مراکش کا پروگرام بنا۔ حسب روایت روانگی سے پہلے تمام دوست بیت السبوح فرینکفرٹ میں جمع ہوئے جہاں پر دعا کے ساتھ اس سفر کا آغاز ہوا۔ ذیل میں اس دورہ کی تصویری جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

7:18
7:14
9:40

AEROPORT

Talimul Islam College Old Students Association Germany

سہ ماہی دوم 2023 میں ٹکوسا جرمنی کے زیر اہتمام

سائیکل ٹور کا انعقاد

بروز اتوار مورخہ 28.05.2023 کو تعلیم اسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کا سالانہ سائیکل ٹور فرنکفرٹ میں منعقد ہوا جس میں 22 دوست شامل ہوئے اس کے علاوہ 5 بچے بھی شامل ہوئے۔ بطور مہمان خصوصی پروفیسر مبارک احمد عابد UAS اور پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب محترم خواجہ مبشر احمد صاحب لوکل امیر فرینکفرٹ اولڈ سٹوڈنٹ تعلیم الاسلام کالج بھی شامل ہوئے

سائیکل ٹور کے بعد ناشتہ کا اہتمام ڈوگر ہاؤس میں تھا دوستوں نے پرانی یادیں شئیر کیں اور گپ شپ کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ پروگرام کا آخری حصے میں دوستوں کی فرمائش پر پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے اپنے کلام سے دو تین نظمیں سنائیں اور صحت مند رہنے کے لئے سائیکل سپورٹ کی افادیت پر زور دیا۔

پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے قیام کی غرض اور سکالرشپ فنڈ میں شمولیت کے بارے توجہ دلائی۔ آخر میں صدر ایسوسی ایشن جرمنی عبدالغفور ڈوگر نے تمام ممبران کا شکریہ ادا کیا۔ دعا کے بعد یہ پروگرام اس خواہش پر ختم ہوا۔ فالحمدللہ

رمضان المبارک میں ربوہ میں ٹکوساجرمنی کے زیر اہتمام ماہِ رمضان (جون2023)میں

گفٹ پیکٹس

ٹکوساجرمنی کی طرف سے ربوہ میں اس سال رمضان المبارک کے ایّام میں ایک گفٹ پیکٹ سکیم کے تحت مختلف گھروں میں تحفۃً پیش کیا گیا۔اس کی نگرانی ٹکوساجرمنی کے جنرل سیکریٹری مکرم شیخ منصور احمد صاحب کے ذمہ تھی۔ایک پیکٹ 10کلوچاول-5کلو چینی-2کلوگھی-1/2کلو کھجور-1/2کلوپتی پر مشتمل تھا۔دوستوں نے اس میں حصہ لیا بغرض دعا ان کے نام تحریر کئے جاتے ہیں:

شیخ منصور احمد صاحب اور فیملی-صدیق ڈوگر صاحب-ملک محمد سلیم صاحب-عبدالغفور ڈوگر صاحب-سلیمان محمود صاحب-راجہ عبدالرشید صاحب-عبدالحمید رامہ صاحب-وسیم ہاشمی صاحب-حفیظ الرحمان انورؔ صاحب-محمد افضل صاحب-منور باجوہ صاحب-ایک مخلص ممبر-

ٹکوسا جرمنی کے زیر انتظام مجلس انصار اللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک

انفارمیشن سٹینڈ

اس سال مجلس انصار اللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر محترم صدر صاحب انصار اللہ جرمنی کی اجازت سے ٹکوسا جرمنی کا ایک انفارمیشن سٹینڈ لگانے کی توفیق ملی۔ اس سٹینڈ پر احباب نے کافی دلچسپی لی اور ٹکوسا کے پروگرامز سے آگاہی حاصل کی۔ بیس نئے احباب اس موقع پر ٹکوسا کے ممبر بنے۔ فالحمدللہ۔ سلسلہ کے بزرگان نے بھی سٹینڈ پر تشریف لاکر حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

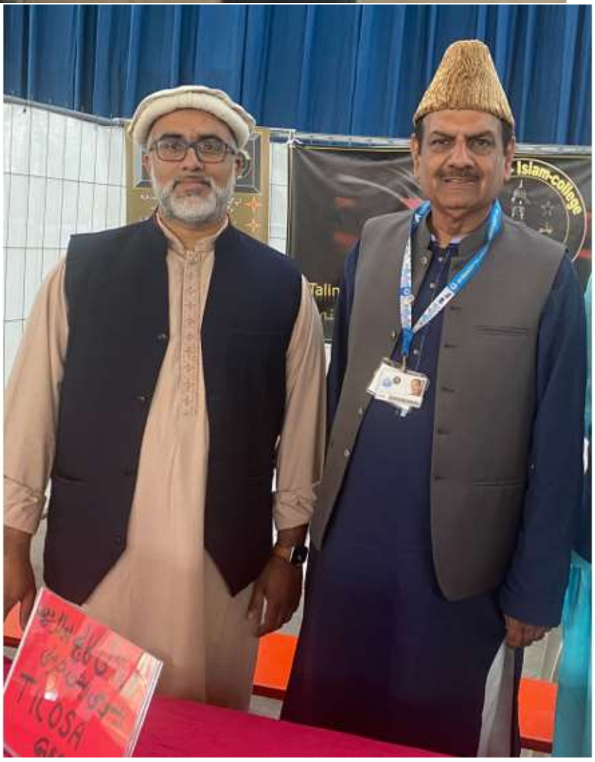
TICOSA

Talim - ul - Islam-college
Rabwah
TICOSA
GERMANY

Talim - ul - Islam-college
Rabwah
Association Germany
WELCOME TO NEW MEMBER
TICOSA

Talim-ul-Islam-college
Rabwah
Islam College Old Students Association Germany

Talim - ul - Islam-college
TICOSA

Islam College Old
Germany

Islam College
TICOSA
GERMANY

Talimul Islam

18:04
34%
Noman Tayyeb
Gestern, 22:45

مجلس انصاراللہ شلیسویگ جرمنی کے زیر انتظام 24 جون 2023 کو مہدی آباد ہمبرگ میں

محترم پروفیسر مبارک احمد صاحب عابد کے اعزاز میں

مشاعرے کا انعقاد

اس مشاعرہ میں شرکت کی غرض سے فرینکفرٹ سے محترم پروفیسر صاحب کی معیّت میں سابق طلباء کا ایک گروپ بذریعہ ٹرین ہمبرگ آیا۔ راستہ میں ٹرین کی خرابی کی وجہ سے چند گھنٹے کی تاخیر ہوگئی اور ہمبرگ شہر کی سیر کا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ مکرم حبیب اللہ طارق صاحب نائب صدر ٹکوسا نے تقریب کا انتظام کیا تھا۔ بعد دوپہر طعام کے بعد مشاعرے کا مکرم حبیب اللہ صاحب طارق کی نظامت میں آغاز ہوا جس میں مقامی اور مہمان شعراء نے شرکت کی اور آخر پر محترم مبارک احمد صاحب عابدؔ نے اپنا کلام سنایا۔ یہ ایک یادگاری مشاعرہ تھا۔

ایک کثیر تعدا میں اولڈ سٹوڈنٹ تعلیم الاسلام کالج بھی شامل تھے اس پروگرام کی تصاویر پیش خدمت ہیں ان تمام ممبران کا بہت بہت شکریہ۔ مہدی آباد کے اس پروگرام میں مکرم بشیر الدین صاحب ناظم علاقہ انصار اللہ شلیسویگ، محترم حبیب اللہ طارقؔ صاحب مکرم ظہورالدین صاحب جوری اور دیگر احباب نے جس پیار سے استقبال اور مہمان نوازی کی اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے۔

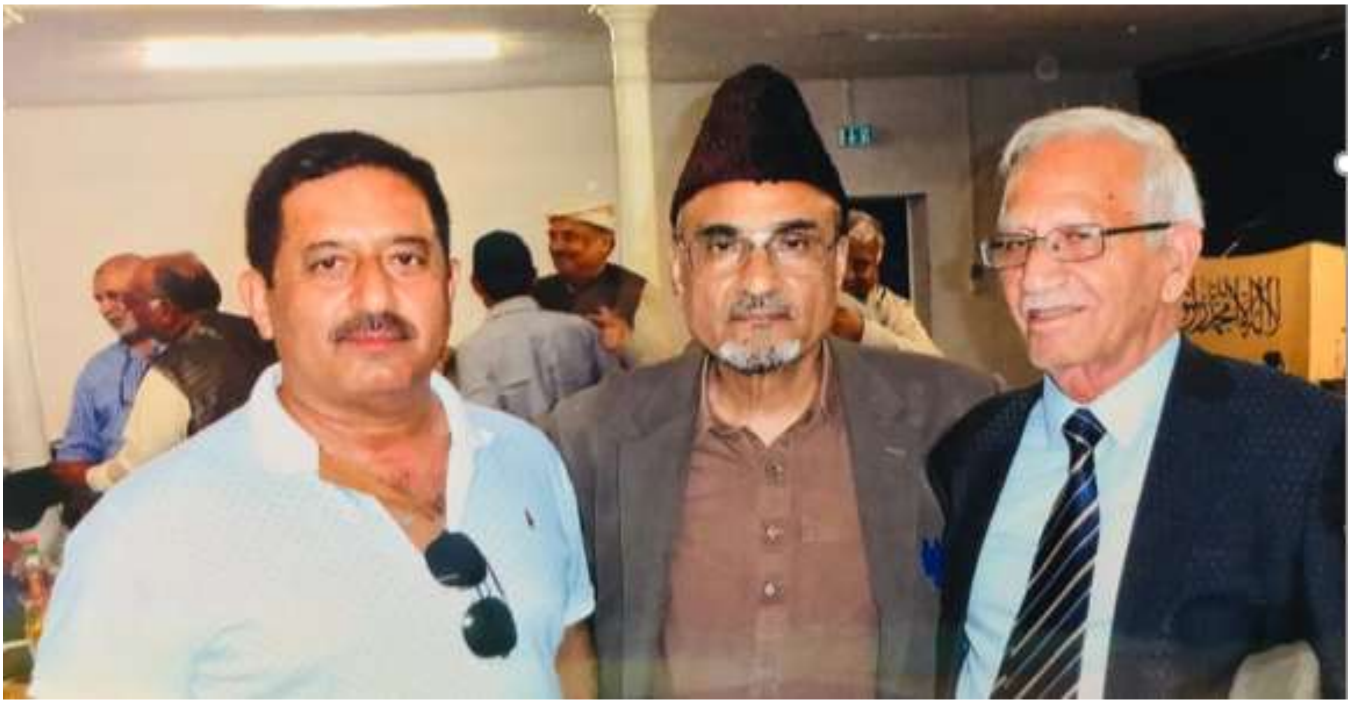

LIEBE FÜR ALL

پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔اولڈ سٹوڈنٹ تعلیم الاسلام کالج۔ربوہ)

کہتے ہیں کہ سکندر اعظم اپنے استاد کا بہت احترام کرتا تھا۔ سکندر اعظم کا قول ہے:

" میرا باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا۔جب کہ میرا استاد (ارسطو) مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔میرا باپ باعث حیات فانی ہے اور استاد موجب حیات جاودانی۔میرا باپ میرے جسم کی پرورش کرتا ہے اور استاد میری روح کی"۔

کچھ عرصہ سے وائس آف جرمنی کے پلیٹ فارم سے تعلیم الاسلام کالج کے نامور پروفیسروں اور شاگردوں کا ذکر ہوتا رہتا ہے Admin TIC Memories مکرم عرفان احمد خان (دہلوی) ہیں۔بالخصوص اس سنہری دور کا ذکر بہت پسند کیا جاتا ہے جب حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اس کالج کے پرنسپل ہوتے تھے۔ان کے خلیفہ بننے کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ انہی کے momentum سے کچھ عرصہ رواں دواں رہا حتیٰ کہ ظالمانہ طور پر نیشنلائز کر کے تباہ کر دیا گیا اور نہایت قابل احترام اور محنتی پروفیسروں کو دربدر کر دیا گیا اور جماعت احمدیہ اور ملک کا ناقابل تلافی نقصان کر دیا گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

اس عاجز کو بھی ٹی آئی کالج ربوہ کے سنہری دور میں دو سال پڑھنے کا اعزاز حاصل ہے۔

یہ دو سال (1960-1962) اس عاجز کی زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔

اس دور میں ایک نہایت شریف النفس پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب فزکس کے پروفیسر ہوتے تھے۔ان سے پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں میٹرک کا پریکٹیکل لینے کے لئے سرکاری طور پر آئے۔یہ عاجز اس وقت اس سکول میں مڈل کلاس کا طالب علم تھا۔والد صاحب محترم ماسٹر فضل الرحمن صاحب بسمل بی اے بی ٹی اس سکول میں سینئر انگلش ٹیچر تھے۔والد صاحب نے ان کو اپنے غریب خانہ پر کھانے پر مدعو کیا اور پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب کمال مہربانی سے تشریف لے آئے۔ مسجد احمدیہ نور بھیرہ (جو اصل میں حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا آبائی گھر تھا اور اپنے زمانہ خلافت میں آپ نے احمدیہ مسجد میں تبدیل کرنے کے لئے مفت دے دیا تھا) کے سامنے والی بند گلی کے آخر میں ہمارا گھر تھا۔ان کو والد صاحب خود لے کر آئے اور کھانے کے دوران انہیں اپنے بڑے بچوں - محمد عبد اللطیف شاہد، احمد سعید اختر اور اس عاجز محمود مجیب اصغر سے تعارف کروایا۔برادرم محمد عبد اللطیف شاہد کو ٹی آئی کالج ربوہ سے بی ایس سی اور اس عاجز کو ایف ایس سی کرنے کا موقع ملا جب کہ ہمارے درمیانی بھائی احمد سعید اختر گورنمنٹ پولی ٹیکنیک

انسٹیٹیوٹ راولپنڈی میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے وہاں سے مکینکل انجنیئر نگ میں ڈپلومہ کیا تھا۔

ہمارے زمانے میں پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب ہمیں فزکس لیبارٹری میں پریکٹیکل کروایا کرتے تھے۔ آپ اس عاجز کو پہچانتے تھے اور گائیڈ کرتے رہتے تھے۔ اس عاجز کی زبان میں لکنت تھی اور ایف ایس سی کے پریکٹیکل کے viva voce کے دوران بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس وقت آپ نے اس عاجز کی مدد فرمائی۔ جسے یاد کر کے ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ہم اکٹھے کالج سے نکل کر جارہے تھے۔ انہوں نے فرمایا تمہارا پریکٹیکل بھی ٹھیک ہو گیاہے اور viva voce بھی۔ اس لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

اللہ کا خاص فضل ہوا اور ہم سات کلاس فیلوز کو ویسٹ پاکستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں داخلہ مل گیا۔ وہاں پر ٹی آئی کالج ربوہ کے کلاس فیلوز کا ساتھ رہا جو الحمدللہ اب تک ہے۔ خدا کے فضل سے سلطان محمود باجوہ نے الیکٹریکل انجینیرنگ، ملک لال خان ، بشیر احمد خان طارق اور اس عاجز نے سول انجینئرنگ، عبدالسلام ارشد نے مکینیکل انجینئرنگ اور کریم احمد طاہر نے مائننگ انجینئرنگ کی۔ ہمارا ساتواں ساتھی افضل مبشر نہ چل سکا۔ سنا ہے اس نے بی اے۔ ایل ایل بی کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا تھا اور اب فوت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

ذکر خیر تو پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب کا ہو رہا تھا درمیان میں غیر ارادی طور پر کلاس فیلوز کا ذکر آگیا۔

آپ کا مزار بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں اس عاجز کی والدہ صاحبہ کے قریب ہی ہے۔ چنانچہ جب بھی یہ عاجز والدہ صاحبہ (اور والد صاحب) کے لئے دعا کرنے جاتا ہے تو اللہ کے فضل سے اکثر پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب کے مزار پر بھی دعا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ ایک بار ان کے واقف زندگی صاحبزادے ڈاکٹر محمود احمد عاطف صاحب سے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ملاقات ہوئی بلکہ ان سے آنکھیں ٹیسٹ کروانے گیا ہوا تھا۔ ان کو بتایا کہ عاجز ان کے والد صاحب کا بھی شاگرد ہے۔ یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس عاجز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ الحمدللہ۔ کہتے ہیں "دل کو دل سے راہ ہوتی ہے "

ڈاکٹر محمود احمد عاطف حضرت مولانا عبدالرحیم درد رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرِ العزیز نے آپ کے بیٹے حامد مقصود عاطف کا جنازہ پڑھاتے ہوئے فرمایا:

> "پہلا جنازہ جو ہے وہ مکرم حامد مقصود عاطف صاحب مربی سلسلہ ابن مکرم محترم پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب کا ہے جو 22/ اکتوبر کو گردے فیل ہونے کی وجہ سے طاہر ہارٹ ربوہ میں 48 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

صحابی حضرت عبدالرحیم درد صاحب کے نواسے تھے۔ آپ کے والد پروفیسر مسعود احمد عاطف تھے جنہیں 1955ء سے لے کر 86ء تک تعلیم الاسلام کالج میں فزکس پڑھانے کا بھی موقع ملا۔ یہ مقصود عاطف صاحب مسعود عاطف صاحب کے بیٹے تھے۔(خطبہ جمعہ 7 اکتوبر 2017)"

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

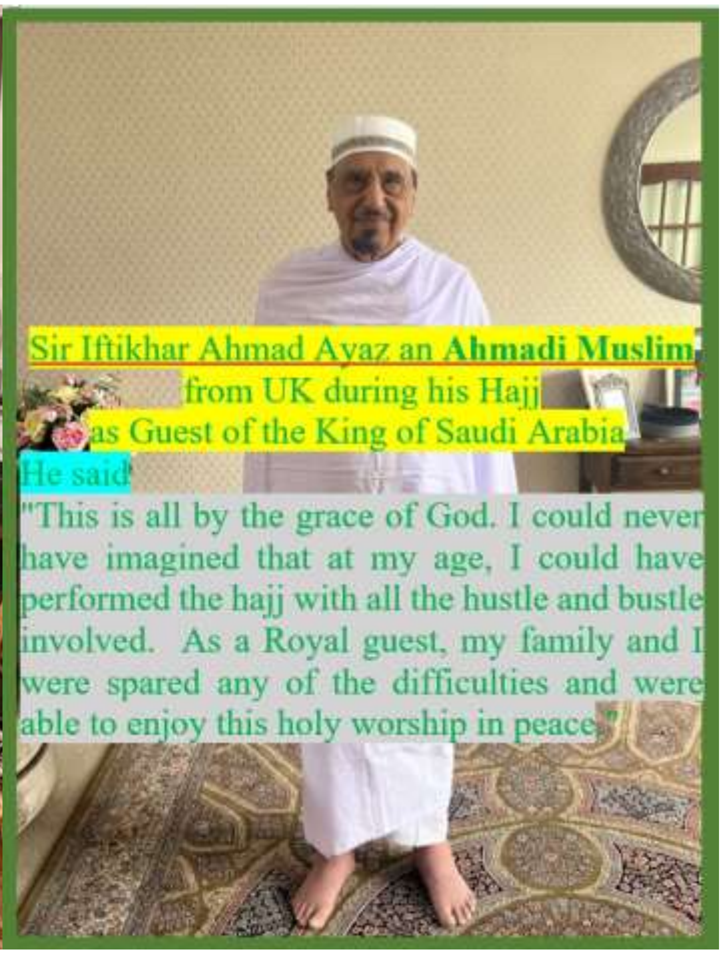

استاذی المکرم چودھری محمد لطیف مرحوم (1928–1976)

(از مکرم پروفیسر محمد شریف خان۔ امریکہ۔ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 7 جون 2023)

مرحوم پروفیسر چودھری محمد لطیف تعلیم الاسلام کالج ربوہ لیکچرار کے طور پر 1954 میں شامل ہوئے۔ مرحوم ڈبل ایم اے (انگریزی اور ریاضی میں) تھے۔ کالج میں اُس وقت ریاضی کے شعبے میں اسامی نہیں تھی، اس لیے کالج انتظامیہ نے آپ کو انگریزی کی کلاسیں پڑھانے کے لیے دی ہوئی تھیں۔

چنانچہ کالج میں 1954 میں ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب آپ کے فرسٹ ایئر میں انگلش کلاس میں شاگرد بنے، جبکہ خاکسار 1956 میں چودھری صاحب کا ایف ایس سی فرسٹ ایئر کے دوران شاگرد رہا، آپ ہماری کلاس کے پہلے انگریزی کے استاد تھے، آپ کے افریقہ جانے کے بعد ہمیں یکے بعد دیگرے دو اساتذہ انگریزی پڑھانے پر مامور ہوئے۔

چودھری صاحب صحت مند پتلے دُبلے، محنتی، وقت کے پابند، ہمیشہ کلاس میں ہم سے پہلے آئے ہوتے۔ مستقل مزاج تھے۔ خوش لباس، عام طور پر آف وائٹ سوٹ پہنے کلاس میں تشریف لاتے، تیز آنکھیں، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ، ادائیگی میں روانی اور تیزی۔ ہماری کلاس کی دوسری گھنٹی آپ کے ساتھ کیمسٹری تھیئٹر میں ہوا کرتی تھی۔ پروفیسر صاحب ہمیں دونوں انگریزی ٹیکسٹ اور composition پڑھاتے، آپ کا معمول تھا کہ انگریزی text کا ایک پیرا پڑھ کر مشکل الفاظ کے معانی سمجھاتے، اور پھر رواں ترجمہ کرتے، مجھے نہیں یاد کہ کبھی کسی کو ہم میں سے مزید سوال کرنے کی ضرورت پڑی ہو۔ ہفتے کے دن کلاس میں کاپیوں پر مضمون لکھنے کی پریکٹس کے لیے عنوان اور نکات تختہ سیاہ پر لکھ دیتے، جسے ہم نے ہفتہ کے دوران لکھ کر کاپیاں جمعرات کے دن کلاس میں آپ کے پاس چیکنگ کے لیے جمع کروانی ہوتی تھیں۔ ہمیں چیک شدہ کاپیاں اگلے ہفتے کے دن پیریڈ میں واپس مل جاتیں، spellingsاغلاط اور suggestions سرخ روشنائی سے خوشخط لکھی ہوتیں، ہمیں اگر کوئی لفظ سمجھنا ہوتا، بڑے سکون سے تختہ سیاہ پر لکھ کر سمجھاتے اور اس کے مترادفات لکھواتے۔

ابتدائی حالات، تعلیم

مرحوم چودھری محمد لطیف 10/ اکتوبر 1928 کو لدھیانہ، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیر محمد تھا، آپ کے دادا مرحوم کریم بخش بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ زمیندار تھے۔ آپ اللہ کے فضل سے بچپن سے ہی ہونہار تھے۔ اپنے علاقے میں آپ پہلے مسلمان طالبعلم تھے جنہوں نے میٹرک کے امتحان میں نہ صرف لدھیانہ شہر بلکہ ارد گرد کے سکولوں میں اول پوزیشن حاصل کی۔ آپ کی نمایاں کامیابی سے ارد گرد کے علاقوں کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ

گئی۔ آپ سکول میں گرمکھی اور ہندی کے اچھے طالب علم تھے، اور ان دونوں زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔
انڈوپاک پارٹیشن کے بعد آپ کے خاندان کو پاکستان میں موضع منڈیلا وڑائچ ضلع گوجرانوالہ میں زمین الاٹ ہوئی جہاں یہ خاندان آباد ہوا۔ آپ نے اسلامیہ کالج گوجرانوالہ سے ایف اے میں وظیفہ لیا، اور گریجوایشن امتیازی نمبروں سے کر کے اُس وقت کے گورنر پنجاب کے ہاتھوں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں آپ ڈاکٹر محمد عبدالسلام نوبیل پرائز لاریٹ کے شاگرد رہے۔ اور میتھ میں ایم ایس سی میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ آپ کو جماعت کی خدمت کا شوق تھا، چنانچہ آپ جماعتی خدمت کے لیے تعلیم الاسلام کالج آ گئے۔

تعلیمی خدمات

آپ پانچ سال تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھانے کے بعد افریقہ تشریف لے گئے، اور آپ کو تعلیم الاسلام احمدیہ سینئر ہائی سکول کماسی، گھانا میں دس سال (1959-1969) پڑھانے کا موقع ملا، اور سکول کے پرنسپل بھی رہے۔ اس دوران آپ نے ارد گرد کے علاقوں میں کئی سکولوں کا اجرا کیا۔
آپ 1970 میں ربوہ واپس تشریف لائے اور تعلیم الاسلام کالج میں ایک سال ریاضی پڑھائی۔ 1971 میں آپ زیمبیا (افریقہ) میں کلوشی سیکنڈری سکول میں پڑھانے تشریف لے گئے۔

اوصافِ حمیدہ

مرحوم مخلص احمدی تھے اور خلافت سے مضبوط تعلق تھا۔ نہایت نفیس صاف ستھری عادات کے مالک اور خوش لباس تھے، آف وائٹ رنگ پسند تھا۔ سوٹ کی کریز کا خاص خیال رکھتے، اور اپنے کپڑے خود استری کرنا پسند کرتے۔ بزلہ سنج تھے، مذاق میں بڑے چھوٹے کا خیال رکھتے۔ صاف ستھرا مذاق پسند تھا۔ موصی تھے، خلافت اور جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ افریقہ میں امیر جماعت گھانا مولانا عطاءاللہ کلیم صاحب کے دستِ راست تھے اور آپ جہاں رہے جماعت کے عہدیداران سے ہمیشہ مثالی تعاون رہا۔

وفات

مرحوم کی صحت قابلِ رشک تھی، بظاہر کوئی عارضہ نہ تھا، اپنی تکلیف کسی کو بتاتے نہیں تھے۔ کلوشی میں ڈیوٹی پر تھے کہ آپ اچانک دل کے دورے سے بیمار ہوئے، گھر والوں سے دور، دورہ جان لیوا ثابت ہوا اور یہ ہمارا محترم ہر دل عزیز استاد 1976 میں 48 سال کی کم عمری میں غریب الدیارى میں اس فانی دنیا سے رخصت ہوا، اور وصیت کے مطابق اب بہشتی مقبرہ ربوہ میں محوِ استراحت ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم نور مرقدہ

لواحقین

آپ کی شادی 1955 میں محترمہ وحیدہ بیگم صاحبہ دختر مرحوم مولانا محمد حسن (قادیان) سے ہوئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ ہونہار بچوں سے نوازا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم پروفیسر محمد لطیف کے بچوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اپنے والد مرحوم کی نیک سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Fazl e Omer Hostel 1952

محترم ڈاکٹر ولی محمد ساغر کی یاد میں

وہ جہانِ سرجری کا اِک سپہ سالار تھا
نام تھا اُسکا ولی - ساغرِ مئے انوار تھا
رہنما تھا نوجوانانِ طبابت کے لئے
اِک مسیحائے غریب و بے کس و بیمار تھا

فنِ جراحت میں تھی اُسکی ہمہ دانی عیاں
اُسکا دستِ فیض تھا قدرت کا اِک زندہ نشاں
کامیابی - کامرانی کی درخشندہ کتاب
ہر سطر ہر باب جسکا معجزوں کی داستاں

قصہِ محرومیٔ دل حشر تک تڑپائے گا
اس زمانے میں مثیل اُسکا کہاں سے آئیگا
اب خدا سے پوچھتے ہیں اشکبار آنکھوں سے ہم
کیا ہمیں وہ سایہ رحمت میسر آئیگا ؟

زندگی کے راز کو اب تک کہاں سمجھے تھے ہم
عمرِ فانی کو نشاطِ جاوداں سمجھے تھے ہم
اُسکی رحلت پہ ہے اختر کیوں زمانہ دِلفگار
وہ تو تھا جنت مکیں - اُسکو یہاں سمجھے تھے ہم

آفتاب احمد اختر
12/03/2023

پاکستان کے آئینی بحرانوں کا پنڈورا بکس کیسے کھلا؟

(از ابونائل-بشکریہ الفضل 17 جولائی 2023)

آپ نے کئی مرتبہ 'پنڈورا باکس' کا نام سنا ہوگا۔ فلاں نے مسائل کا پنڈورا باکس کھول دیا یا فلاں نے المیوں اور مصائب کا پنڈورا باکس کھول دیا وغیرہ وغیرہ۔ اس مثال کے پیچھے کیا کہانی ہے؟ اس کہانی کا تعلق قدیم یونان سے ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قدیم یونان کی ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی فرضی دیوتا مرکزی کردار ادا کر رہا ہوتا تھا۔ اس کہانی میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ایک دیوتا دو بھائیوں سے بالخصوص اور انسانوں سے بالعموم ناراض ہو گیا۔ اس نے ایک بھائی کی شادی ایک بہت خوبصورت عورت پنڈورا سے کروادی اور تحفہ میں ایک بہت خوبصورت باکس دیا۔ اور تاکید کی کہ کبھی بھی اس باکس کو نہ کھولنا۔ پنڈورا کو بہت تجسس تھا کہ اس باکس میں کیا ہے؟ آخر اس سے رہا نہیں گیا اور اس نے اس باکس کو کھولنا شروع کیا۔ اسے اُمید تھی کہ اس کے اندر بہت قیمتی زیور یا پوشاک ہوگی۔ ابھی اس کا ڈھکنا ذرا سا ہی کھلا تھا کہ خوفناک صورت کی مخلوقات کی صورت میں مصائب، بیماریاں اور پریشانیاں اس میں سے برآمد ہو کر دنیا میں پھیل گئیں۔ پنڈورا نے گھبرا کر اس باکس کو بند کر دیا۔ مگر اندر سے بار بار آواز آ رہی تھی کہ مجھے بھی باہر نکالو۔ اس کہانی کا انجام کیا ہوا؟ پاکستان کی تاریخ کا ایک افسوسناک باب بیان کرنے کے بعد اس مضمون کے آخر میں اس کہانی کا انجام بھی درج کر دیا جائے گا۔

پاکستان میں انواع واقسام کے بحران

دن بدن پاکستان کا معاشی بحران شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ اقتصادی حالت دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ روزمرہ کے اخراجات کے لیے بھی دست سوال دراز کرنا پڑ رہا ہے۔ کبھی اِس در پر اور کبھی اُس در پر۔ مذہبی دہشت گردی اسی (80) ہزار سے زائد پاکستانیوں کا خون کر چکی ہے اور ایک بار پھر دہشت گرد نئے سرے سے سرگرم ہو رہے ہیں۔ سیاسی گروہ ایک دوسرے سے حالت جنگ میں ہیں۔ اور اراکین پارلیمنٹ میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کو تیار نہیں۔ پارلیمان میں عدلیہ کے خلاف جوشیلی تقاریر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے اور یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ ہم عدلیہ کا احتساب کریں گے۔ اور ملک کی اعلیٰ عدالتیں خود باہمی اختلافات کا شکار ہیں۔ عدلیہ ایک کے بعد دوسرے وزیر اعظم کو نااہل قرار دے چکی ہے۔ صوبائی اختلافات کا دیرینہ مسئلہ جوں کا توں ہے۔ ملک کی افواج کا کام اپنے ملک اور اہل وطن کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ 9 مئی 2023 کو خود پاکستانیوں کی ٹولیوں نے مسلح افواج کے ہیڈ کوارٹر اور دیگر عمارات پر دھاوا بول دیا۔ اور ملک بھر میں مسلح افواج کی عمارات سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ شاید ہی دنیا کے کسی اور ملک کو اتنے انواع و

اقسام کے بحرانوں کا سامنا ہو۔

آئین کی بے بسی یا موت

کسی ملک کے نظام کو اس ملک کے آئین کے تحت چلایا جاتا ہے لیکن ریاست کے اداروں کی جنگ میں آئین ایک طرف بے بس کھڑا ہے۔اور ریاست کے ستون ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ صورت حال اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی احسن اقبال صاحب نے اپنے سیاسی پھپھولے پھوڑتے ہوئے یہ سوال اٹھایا کہ آئین اور قانون اتنے بے بس کیوں ہو چکے ہیں؟ (https://www.aaj.tv/news/30316729)

ملک کی سپریم کورٹ میں ایک اہم سیاسی مقدمہ کی کارروائی چل رہی تھی تو ملک کے چیف جسٹس عزت مآب عمر عطا بندیال صاحب نے کہا کہ لوگ سپریم کورٹ کا گیٹ پھلانگ رہے ہیں اور حکومت بے بس دکھائی دے رہی ہے۔اس پر حزب اختلاف کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے ایک لیڈر اور ان کے وکیل، سینیٹر علی ظفر صاحب نے سپریم کورٹ میں کہا کہ آئین کا انتقال ہو چکا ہے۔ (روزنامہ پاکستان 15/مئی 2023)

حکومت اور آئین بے بس ہیں یا ملک کا آئین ہی انتقال کر چکا ہے؟ یہ اعتراف ملک کی قیادت کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ کوئی ملک اس حالت زار تک چند دنوں یا چند مہینوں یا چند سالوں میں نہیں پہنچتا۔کئی دہائیوں کی غلطیوں کا نتیجہ ایسے روز سیاہ کی صورت میں برآمد ہوتا ہے کہ پورے ملک کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ جس آئین کو اتنے دعووں کے جھرمٹ میں نافذ کیا گیا تھا کہ یہ ایک متفقہ آئین ہے،اس کا یہ انجام کیوں ہوا؟ کہ کبھی ایک آمر کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر کئی سالوں کے لیے اسے معطل رہنا پڑا اور آخر کار اس حالت تک پہنچ گیا۔

اس مضمون میں ہم یہ تجزیہ پیش کریں گے کہ اس آئین کے نفاذ کے ساتھ کیا عوامل پیدا ہوئے کہ یہ آئین پاکستان کو ایک مستحکم نظام مہیا نہیں کر سکا۔ آخر وہ کیا غلطیاں تھیں جن کے یہ نتائج برآمد ہوئے؟

مذہبی جماعتوں کو خوش کرنے کی کوششیں

الفضل انٹرنیشنل کی 26/اپریل 2023 کی اشاعت میں شائع ہونے والے ایک مضمون 'ہم ایک دوسرے سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟(جسٹس فائز عیسیٰ صاحب کا ایک سوال)' شائع ہوا تھا۔اس میں یہ جائزہ لیا گیا تھا کہ جب پاکستان ٹوٹنے کے بعد پہلی مرتبہ ملک کی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا تو ہر صاحب شعور یہ امید کر رہا تھا کہ اتنے بڑے سانحہ کے بعد کچھ سبق حاصل کر کے باقی ماندہ ملک میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن بد قسمتی سے یہ کارروائی شروع ہوتے ہی ایک طبقہ نے جماعت احمدیہ کی مخالفت کا سہارا لے کر نفرت انگیزی شروع کی اور یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ آئین میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔اور ایک گھنٹہ گذرنے سے پہلے یہ واضح ہو گیا کہ انتشار کا یہ

عمل صرف جماعت احمدیہ تک محدود نہیں رہے گا۔ اور اسی اسمبلی میں ذاتی، سیاسی، لسانی، علاقائی اختلافات کا سہارا لے کر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جا رہا تھا۔

بہرکیف آئین بنانے کا کام شروع ہوا۔ اور پہلے ایک کمیٹی نے آئین کا مسودہ تیار کیا اور پھر پوری آئین ساز اسمبلی نے اس پر بحث کی۔ بھٹو صاحب کی خواہش تھی کہ آئین متفقہ طور پر منظور ہو۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے انہیں خاص طور پر مذہبی سیاسی جماعتوں کے بہت سے مطالبات جزوی طور پر ماننے پڑے۔ ان تمام تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ قومی اسمبلی نے اس آئین کو ۱۰/اپریل ۱۹۷۳ء کو منظور کیا اور 14/اگست 1973 کو یہ آئین ملک پر نافذ کر دیا گیا۔

ابھی آئین میں دوسری ترمیم کر کے احمدیوں کو اپنے زعم میں غیر مسلم نہیں قرار دیا گیا تھا لیکن اسی وقت سے آئین میں احمدیوں کے خلاف امتیازی سلوک کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ آئین میں صدر اور وزیر اعظم کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ ہر آئین میں اہم عہدیداروں کے لیے حلف نامے شامل ہوتے ہیں۔

ختم نبوت کا حلف نامہ

1973 کے آئین سے قبل پاکستان میں دو آئین نافذ ہو چکے تھے۔ یعنی 1956 اور 1962 کے آئین۔ لیکن 1973 کے آئین میں ایک منفرد اضافہ یہ تھا کہ اس میں صدر اور وزیر اعظم کے جو حلف نامے شامل کیے گئے تھے، ان میں ختم نبوت کا حلف نامہ بھی شامل تھا۔ یہ حلف نامہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

> ”میں صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، کتب الہیہ، جن میں قرآن کریم خاتم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، روز قیامت اور قرآن پاک و سنت کی جملہ متقضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں۔“

پوری دنیا میں سربراہان مملکت اور سربراہان حکومت حلف اٹھاتے ہیں لیکن یہ کسی سیاسی عہدے کا حلف نامہ نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ اسے پڑھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کو مشکوک حالات میں مسلمان بنایا جا رہا ہے اور یہ تسلی کی جا رہی ہے کہ کہیں بعد میں انکار نہ کر دے۔ اس مضمون میں یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ حقیقت میں احمدی ہی حقیقی معنوں میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ لیکن ملاحظہ فرمائیں اصل میں تو باقی فرقوں سے وابستہ مسلمانوں کو یہ حلف اٹھانے سے صاف انکار کر دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ حلف اٹھانے کے بعد ان کے عقائد پر تو پانی پھر گیا تھا۔ یہ احباب تو آنحضرت ﷺ کے بعد بنی اسرائیل کے ایک ایسے نبی کی دوبارہ آمد پر دل و جان سے یقین رکھتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ کی شریعت کی پیروی کی وجہ سے نہیں بلکہ توریت کی پیروی میں نبوت کا مقام عطا ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے عقائد کے مطابق اس نبی کی یہ آمد ثانی آنحضرت ﷺ کی وفات کے صدیوں بعد ہونی تھی۔ پھر یہ احباب یہ

حلف کیسے اٹھاسکتے تھے کہ میں نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ایمان رکھتا ہوں۔ بہر حال حلف نامہ میں ان الفاظ کا اضافہ کر کے اپنی دانست میں احمدیوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور اپنی طرف سے یہ پیش بندی کی گئی تھی کہ کوئی احمدی ان عہدوں پر فائز نہ ہو سکے۔

یہاں ایک اور تاریخی حقیقت کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بھٹو صاحب کی خواہش تھی کہ نیا آئین متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔ اور اس غرض کے لیے تمام مذہبی سیاسی جماعتیں اپنی شرائط منوانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جب آئین کو منظور کرنے کا وقت آیا تو ان جماعتوں سمیت اپوزیشن نے اسمبلی کا بائیکاٹ کر دیا۔ بظاہر اب ممکن نظر نہیں آرہا تھا کہ آئین متفقہ طور پر منظور ہو سکے گا۔ اس مرحلہ پر اپوزیشن کو واپس اسمبلی میں لانے کے لیے حکمران جماعت کے قائدین نے دو شخصیات کی خدمات حاصل کیں۔ ایک تو مولوی ظفر احمد انصاری صاحب ممبر اسمبلی تھے اور دوسرے مصطفیٰ صادق صاحب ایڈیٹر وفاق تھے۔ یہ دونوں حضرات اس مرحلہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جماعت احمدیہ کے اشد مخالفین میں شمار ہوتے تھے۔ ان دونوں نے جماعت اسلامی کے قائد مودودی صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ بھٹو صاحب کے ساتھی غلام مصطفیٰ کھر صاحب سے ملاقات کریں اور یہ خفیہ میٹنگ ہوئی۔ اس طرح اپوزیشن کا بائیکاٹ ختم ہوا اور لے دے کر ان مذہبی جماعتوں نے آئین کے حق میں ووٹ دیے۔ اصولوں پر سودے بازی کر کے آئین پر دستخط کرا لیے گئے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ جب چند برسوں بعد جنرل ضیاء صاحب نے مارشل لاء لگا کر آئین معطل کر دیا اور بھٹو صاحب کو پھانسی کے پھندے تک پہنچا دیا تو یہی مصطفیٰ صادق صاحب اور مولوی ظفر احمد انصاری صاحب اور جماعت اسلامی جنرل ضیاء صاحب کے ساتھ مل گئے۔ مصطفیٰ صادق صاحب کو وزیر اطلاعات بنا دیا گیا۔ اور ضیاء صاحب نے ظفر احمد انصاری صاحب کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ مارشل لاء کے دوران اس آئین کی مرمت کر کے اسے نام نہاد اسلامی آئین میں تبدیل کرنے کی تجاویز تیار کریں اور اس غیر آئینی غرض کے لیے انہوں نے ایک رپورٹ تیار کی جو کہ انصاری کمیشن رپورٹ کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اور رہی جماعت اسلامی تو جنرل ضیاء صاحب نے جماعت اسلامی کے کچھ لیڈروں کو وزارتوں سے نواز دیا۔

آئین کی منظوری کے دو ہفتہ بعد بھٹو صاحب نے ایک یادداشت تیار کر کے کابینہ کے سینئر وزراء کو بھجوائی تھی کہ اب اپوزیشن 'بیرونی طاقتوں' کا آلہ کار بنی ہوئی ہے اور ان کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح رقص کر رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر اپوزیشن بیرونی طاقتوں کے اشاروں پر یہ سب کچھ کر رہی تھی تو ان کے مطالبات تسلیم کر کے اصولوں پر سودے بازی کر کے کیا حاصل ہو سکتا تھا؟

(The Mirage of Power by Dr. Mubashar Hassan, published by Jamhoori Publication p211)

حلف ناموں کی ایک اور بوالعجبی

لیکن جب بھی احمدیت کی مخالفت سے مغلوب ہو کر اس قسم کے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں تو پھر یہ سلسلہ صرف احمدیوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ غلطیوں اور عجیب و غریب حرکات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر پاکستان کے آئین میں صدر اور وزیر اعظم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو لیکن ممبر قومی اسمبلی یا ممبر سینیٹ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہو۔پاکستان کا کوئی بھی شہری خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو قومی اسمبلی یا سینیٹ کا ممبر بن سکتا ہے بلکہ کئی مسیحی، ہندو اور سکھ احباب قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبر بنتے رہے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں کہ آئین پاکستان میں ممبر قومی اسمبلی اور ممبر سینیٹ کے لیے جو حلف نامہ شامل کیا گیا ہے،اس میں یہ لکھا ہے: "میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔"

ذرا تصور فرمائیں کہ ایک صاحب یا محترمہ جو کہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مسیحی یا ہندو یا سکھ ہیں، وہ یہ حلف اٹھائیں گے کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔صاحب! اگر وہ اسلامی نظریہ کا قائل ہوتا تو مسلمان ہو چکا ہوتا لیکن اس کا تعلق تو کسی اور مذہب سے ہے وہ کس طرح اسلامی نظریہ کے لیے کاوشیں کر سکتا ہے۔اسی طرح سپیکر، ڈپٹی سپیکر، چیئرمین سینیٹ، وفاقی وزراء، وزراءاعلیٰ اور گورنر کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہوں لیکن آئین کی رو سے ان کے لیے یہ حلف اٹھانا ضروری ہے کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کام کرتا رہوں گا۔اس سے زائد بوالعجبی کیا ہو گی۔

مذہبی شدت پسندی اور تنگ نظری کے ایک اونٹ کو ایک مرتبہ خیمہ میں داخل ہونے دیا جائے تو پھر جلد ہی یہ خیمہ کے مالک کو بے دخل کرنے کی کوششیں شروع کر دیتا ہے۔یہی حال ۱۹۷۳ء کے آئین کا ہوا۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ بھٹو صاحب کی کوشش تھی کہ نیا آئین متفقہ طور پر منظور ہو۔اس کے لیے انہیں مذہبی سیاسی جماعتوں کو بہت سی رعایتیں دینی پڑیں۔ان میں سے ایک رعایت یہ تھی کہ آئین کی شق ۲۳۰ میں ایک اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کی سفارش کی گئی تھی۔آئین کی رو سے اس کونسل کے لیے صدر نے علماء مقرر کرنے تھے۔اور ان علماء نے ایسی سفارشات پیش کرنی تھیں جن کا مقصد یہ ہو کہ موجودہ قوانین کو اسلامی قوانین میں تبدیل کیا جا سکے۔

اگر تنگ نظری کو کہیں پر داخل ہونے کا موقع دیا جائے تو اس کی مثال بدو کے اس اونٹ جیسی ہوتی ہے جس نے سرد رات میں اپنے مالک سے اجازت لی تھی کہ سردی بہت ہے مجھے اپنا سر خیمہ میں داخل کرنے دو۔پھر آہستہ آہستہ اس نے مالک کو خیمہ سے نکال باہر کیا اور خود خیمہ پر قبضہ کر لیا۔اسمبلی میں موجود مولوی صاحبان مسلسل یہ کوششیں کرتے رہے کہ ان کا اثر ورسوخ بڑھے اور ان کی مرضی کی ترامیم آئین میں شامل کی جائیں۔اور مذہبی تنگ نظری کی بنیاد پر پاکستان کے شہریوں کے بنیادی حقوق بھی سلب کیے جائیں۔۲۸ر فروری ۱۹۷۳ء کی کارروائی کے دوران مولوی نعمت اللہ صاحب نے کہا کہ آئین سازی کے لیے اتنی بڑی کمیٹی بنانے کی کیا ضرورت تھی، حکومت کی طرف سے مولانا کوثر نیازی صاحب

اپوزیشن سے اکوڑہ خٹک کے مدرسہ کے مولانا عبد الحق صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کے سپرد یہ کام کر دیا جائے تو یہ تین علماء تین ماہ میں اسلامی آئین بنا کر دے دیں گے۔

ھل من مزید کے مطالبات

۵؍مارچ ۱۹۷۳ء کی کارروائی کے دوران جمیعت العلماء اسلام کے قائد مفتی محمود صاحب نے یہ مطالبہ کیا کہ اس آئین میں لکھا ہے کہ سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ لیکن اس کا کیا فائدہ جب تک آئین میں یہ طے نہ ہو کہ تمام کلیدی عہدوں پر صرف مسلمان مقرر ہوں گے اور قانون ساز ادارے کا ممبر ہونے کے لیے ضروری ہونا چاہیے کہ وہ مسلمان ہو یعنی کوئی غیر مسلم ملک کی اسمبلیوں کا ممبر بھی نہیں بن سکتا۔ اور یہ رائے بھی دی کہ اسلامی نظریاتی کونسل تو مقرر کر دی گئی ہے لیکن یہ قانون بننا چاہیے کہ جب تک علماء کسی قانون کے بارے میں اس کونسل میں غور کر رہے ہیں اس وقت تک اسمبلی اس قانون کے بارے میں بحث بند کر دیں اور یہ شکوہ کیا کہ قومی اسمبلی کو اس کونسل کی رائے کا پابند کیوں نہیں بنایا گیا۔ اس رائے کا مطلب یہ تھا کہ ملک کے اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے کو مولوی حضرات کی رائے کا محکوم بنایا جائے۔ اور تو اور وفاقی وزیر عبد الحفیظ پیرزادہ صاحب نے جو اس وقت اس کمیٹی کے صدر تھے جس نے آئین کا مسودہ تیار کیا تھا، ۳۱؍دسمبر ۱۹۷۲ء کو اس بحث کے آغاز پر فخریہ طور پر کہا:

The Islamic Ideology Council has been given the mandate to submit a report within seven years and propose ways and means how to bring all laws in consonance with Islam and to propose legislation -all those matters where legislation on basic tenets and basic injunctions of Islam is possible.

ترجمہ: اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ سات سال میں ایک رپورٹ پیش کرے گی جس میں یہ سفارشات پیش کی جائیں گی کہ کس طرح تمام قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جائے۔ اور اسلامی اصول اور ہدایات کے مطابق قانون سازی کی تجاویز پیش کرے گی۔

اس کے بعد ۱۴؍مارچ ۱۹۷۲ء کو مولوی عبد الحکیم صاحب نے یہ مطالبہ کیا کہ آئین میں یہ شق شامل کی جائے کہ کسی مسلمان کو مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ اس پر پیپلز پارٹی کے خورشید حسن میر صاحب نے کہا کہ دنیا کے بہت سے ممالک میں کئی غیر مسلم اسلام قبول کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا قانون بنائیں گے تو دوسرے ممالک ایسے قوانین بنا ئیں گے کہ ان ممالک میں اسلام کی تبلیغ نہیں کی جا سکتی یا وہاں پر کوئی اپنا مذہب ترک کر کے اسلام قبول نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ قانون بنا دیا گیا کہ پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم صرف مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ

دھڑ کا لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی احمدی یہ عہدے حاصل کر لے،اس کے سدباب کے لیے حلف نامے میں ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کر لیا گیا۔اب ان مولوی صاحبان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یہ تسلی کس طرح کی جائے کہ ایک شخص صدر یا وزیر اعظم بن کر صالح مسلمان رہا ہے کہ ان کے نظریات سے انحراف کر رہا ہے یا یہ عہدہ حاصل کرنے کے بعد مرتد تو نہیں ہو گیا۔ان صاحبان نے اس بارے میں یہ تجاویز دینی شروع کیں۔۶/مارچ ۱۹۷۳ء کی کارروائی میں جمعیت العلماء پاکستان کے صدر شاہ احمد نورانی صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ وزیر اعظم کے لیے اور صدر کے لیے یہ ضروری شرط ہونی چاہیے کہ وہ شرابی نہ ہو۔

انہوں نے یہ وضاحت پیش نہیں کی کہ کیا صدر اور وزیر اعظم کا ڈرنک ٹسٹ کر کے دیکھا جائے گا کہ اس نے شراب نوشی کی ہے کہ نہیں یا کوئی اور طریقہ کار استعمال کیا جائے گا۔

جب مذہبی آزادی کی شق پر بحث شروع ہوئی تو یہ شق اسمبلی میں موجود مولوی صاحبان کو بہت ناگوار گذری۔۱۴/مارچ 1973 کو مولوی عبد الحکیم صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ مذہبی آزادی تو بے شک دو لیکن مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت نہ ہو۔مولوی غلام غوث ہزاروی صاحب کو خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ اگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کسی نے مسلمان رہنا ہے تو پھر اسے مولوی حضرات کی مرضی کے خیالات کا پابند ہو کر رہنا پڑے گا۔اس لیے انہوں نے مسلمان کی تعریف پیش کرنے کی بجائے مرتد کی تعریف پیش کی اور کہا"کسی ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کرنے کے بعد قرآن پاک کی کسی آیت یا رسولؐ کی کسی مسلسل حدیث یا ان کی کسی مقبول عام توضیح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔"

اس تجویز کے ذریعہ یہ علماء صاحبان ایسا پنڈورا باکس کھول رہے تھے کہ جس کے بعد ہر شخص کے مذہبی خیالات پر ان حضرات کی اجارہ داری قائم ہو جاتی تھی۔یہ فیصلہ کون کرے گا کہ کون سی حدیث مسلسل ہے اور کون سی حدیث مسلسل نہیں ہے۔ایک مسلک حدیثوں کے ایک ذخیرہ کو مسلسل احادیث میں شمار کرتا ہے اور دوسرا مسلک اسے مسلسل نہیں قرار دیتا۔بلکہ ایک مسلک کے مختلف علماء احادیث کے مسلسل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس معیار کے مطابق اگر کوئی کسی آیت کریمہ یا کسی مسلسل حدیث کی مقبول توضیح یعنی تشریح سے بھی انکار کرے تو وہ قانون کی روشنی میں مرتد اور غیر مسلم ہو جائے گا۔ہم جانتے ہیں کہ ہر مسلک آیات اور احادیث کی مختلف تشریح کرتا ہے۔مثال کے طور پر اگر کوئی صاحب صدر یا وزیر اعظم بن گئے ہیں اور اس کے بعد انہوں نے کسی حدیث کے بارے میں علماء کی بیان کردہ توضیح یا تشریح سے اختلاف کیا ہے تو پھر قانون انہیں نہ صرف غیر مسلم قرار دے دے گا بلکہ انہیں عہدے سے بھی برطرف کر دیا جائے گا کیونکہ صدر یا وزیر اعظم تو صرف ایک مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔اور جب کسی شخص کو مرتد قرار دے دیا جائے تو یہ تو علماء کا دیرینہ مطالبہ ہے کہ مرتد کی سزا موت ہونی

چاہیے۔ تو یہ صاحب جو کہ پہلے صدر یا وزیر اعظم تھے اب صرف ایک مسلسل حدیث کی تشریح کے اختلاف کے مسئلہ پر نہ صرف اپنے عہدے سے محروم کر دیے جائیں گے بلکہ اب انہیں اپنی جان بچانے کے لیے بھی کافی تگ و دو کرنی پڑے گی۔ اگر ان علماء کے یہ نظریات قبول کر لیے جائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ سارا ملک اور ملک کا سارا نظام ان حضرات کی چیرہ دستیوں کا غلام ہو جائے گا۔

لونڈیاں رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟

اگر ان نام نہاد علماء کے مطالبات قبول کر لیے جائیں تو اس کے کیا خوفناک نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں، اس کا اندازہ اس تجویز سے لگایا جاسکتا ہے جو کہ آئین سازی کے عمل کے دوران مولوی نعمت اللہ صاحب نے پیش کی۔ مناسب ہو گا اگر آپ اس تجویز کو ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے آئین کی اس شق پر اعتراض کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ غلامی معدوم ہے اور اس کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہو گی۔ مولوی نعمت اللہ صاحب 28/ فروری 1973 کی کارروائی میں کہا:

> ”آپ کہتے ہیں کہ غلامی جائز نہیں ہے قرآن پاک میں جناب والا جائز ہے۔ یہ جناب والا! قرآن کی مخالفت ہے اور یہ کس طریقہ سے کہتے ہیں کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور کہتے ہیں کہ غلامی کو ہم کبھی جائز نہیں کریں گے، انسانوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہو گی۔ بنیادی حصہ میں یہ الفاظ رکھ دیے اور یہ لفظ تو انگریز کے دیے ہوئے ہیں۔“

گویا ان صاحب کے نزدیک اسلام پر عمل کرنے کے لیے سب سے ضروری قدم یہ تھا کہ غلام اور لونڈیاں رکھنے کی اجازت دی جائے۔ اور سب سے بڑھ کر وہ اسلام پر یہ ظلم کر رہے تھے۔ اسلام نے تو سب سے زیادہ غلاموں کو آزادی دینے کی تلقین کی تھی اور یہ مولوی صاحب اسلام کے نام پر مطالبہ کر رہے تھے کہ دوبارہ غلامی کو رواج دیا جائے۔ جب کچھ ممبران نے اس خرافات پر احتجاج کیا تو یہ مولوی صاحب ناراض ہو کر کہنے لگے:

> ”اگر ہم غلامی کو جائز رکھیں تو آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں شرمندہ ہو جائیں گے۔ میں خدا کی قسم آپ کے سامنے کہتا ہوں کہ آپ دنیا میں انتہائی درجہ تک سرخرو ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شامل حال ہو گی اور پیپلز پارٹی دنیا میں انتہائی درجہ تک سرخرو ہو جائے گی۔“

تو یہ تھے ان مولوی صاحبان کے خیالات کہ اگر دین و دنیا میں سرخرو ہونا ہے تو انہیں اس کا یہی طریقہ سوجھ رہا تھا کہ غلام اور لونڈیاں رکھنا شروع کر دو۔ یہ تھا ان مبلغ کا دینی علم کہ اس طریق پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو جائے گی۔ شاید یہ عذر پیش کیا جائے کہ ان مولوی صاحبان نے یہ تجاویز پیش تو کی تھیں لیکن انہیں اسمبلی نے منظور تو نہیں کیا اور نہ ہی یہ معرکہ آراء خیالات آئین کا حصہ بن سکے۔ لیکن ان مثالوں سے یہ تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طبقہ کے خیالات کا رخ کس طرف ہے۔ خواہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے نام پر یا کسی اور بہانے سے انہیں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے تو یہ کیا قیامت برپا کرنے کی

صلاحیت رکھتے ہیں۔اور دلچسپ بات یہ کہ اس وقت اسمبلی میں موجود مذہبی جماعتوں کے ممبران اسمبلی میں سے کسی نے اس اوٹ پٹانگ تجویز پر احتجاج نہیں کیا کہ یہ مولوی صاحب اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں۔

یہ صرف خیالات نہیں تھے۔کئی دہائیوں بعد داعش اور بوکو حرام جیسی نام نہاد جہاد کی تنظیموں نے غلامی کو دوبارہ شروع کرکے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا۔جنرل ضیاء صاحب کے مارشل لاء کے دوران اس تنگ نظر طبقہ کو اپنے بعض مطالبات منوانے کا موقع ملا۔

جب 1973 کا آئین منظور ہوا تو اس میں ممبر پارلیمنٹ بننے کے لیے آئین کی شق ۶۲ میں یہ شرائط درج تھیں کہ ایسا شخص پاکستان کا شہری ہوگا اور اس کا نام ووٹر لسٹ میں درج ہوگا اور قومی اسمبلی کے لیے کم از کم عمر 25 سال اور ممبر سینیٹ بننے کے لیے اس کی کم از کم عمر تیس سال ہوگی۔

لیکن جب جنرل ضیاء صاحب کے دور میں نام نہاد مذہبی طبقہ نے اس شق میں اپنی مرضی کی کچھ مزید شرائط شامل کرائیں۔اوران کے مطابق کوئی شخص اس وقت ممبر پارلیمنٹ بننے کا اہل نہیں ہوتا اگر وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام کی خلاف ورزی میں مشہور ہو۔وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔وہ سمجھدار اور پارسانہ ہو یا فاسق ہو یا ایماندار اور امین نہ ہو۔

یہ تبدیلیاں کرتے ہوئے ان احباب کو یہ خیال نہ آیا کہ یہ فیصلہ کس طرح ہوگا کہ کون اچھے کردار کا حامل ہے اور کون نہیں۔اور اگر کوئی احکام اسلام کی خلاف ورزی میں مشہور ہوگیا ہے،خواہ یہ شہرت غلط الزامات کی بنیاد پر ہے پھر بھی وہ بیچارہ ممبر پارلیمنٹ بننے کا اہل نہیں ہوگا۔اور کس امتحان سے یہ پتا چلایا جائے گا کہ کسی شخص کو اسلامی تعلیمات کا علم ہے کہ نہیں۔یہ تحقیقات کس طرح ہوں گی کہ کون سا شخص فرائض پر عمل پیرا ہے اور کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہے۔اور ان تبدیلیوں کی وجہ سے عدالتوں نے کئی ایسے فیصلے لیے جو کہ نہ صرف متنازعہ تھے بلکہ ان کی وجہ سے ملک میں سیاسی عدم استحکام بھی پیدا ہوا۔

آئین کی منظوری کے لیے رشوت کا استعمال

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے اس وقت ملک کے صدر ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی خواہش تھی کہ پاکستان کا نیا آئین متفقہ طور پر منظور ہو۔اور اس وقت ملک کی مذہبی سیاسی جماعتیں اپوزیشن میں تھیں۔ان کو نئے آئین پر راضی کرنے کے لیے بھٹو صاحب کو بہت سی رعایتیں دینی پڑیں۔اور صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامے میں ختم نبوت سمیت دوسرے عقائد کا حلف بھی شامل کرنا پڑا۔اور اس کے لیے کس طرح ہر اصول کو قربان کیا گیا اس کا اندازہ ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کی کتاب میں اس اعتراف سے لگایا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر مبشر حسن صاحب بھٹو صاحب کی کابینہ کے ایک سینئر وزیر ہونے کے

علاوہ پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی اراکین میں سے بھی تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"Bhutto was keen that the Constitution be adapted unanimously. There was one member of the assembly, however, a maulana, who wanted money in lieu of his vote. The amount was settled and Bhutto described the scene to me how when the fellow came to the President house to collect the money, Bhutto threw the packets of notes on the floor in front of him and ordered him to pick it up. There the man was, moving over the carpets on all four, picking a bundle from here and a bundle from there, Bhutto was mightily amused".

(The Mirage of Power, An Inquiry into The Bhutto Years 1971 – 1977, By Dr. Mubashir Hasan, Published by Jamhoori Pulications, 2016 p 214)

ترجمہ: بھٹو صاحب کی خواہش تھی کہ آئین کو متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔ البتہ اسمبلی کے ایک ممبر تھے جو کہ ایک مولانا تھے، وہ اپنے ووٹ کے عوض رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ طے ہو گیا کہ کتنی رقم دینی ہے اور بھٹو صاحب نے یہ منظر مجھے بیان کیا کہ کس طرح یہ صاحب رقم لینے کے لیے ایوان صدر آئے۔ بھٹو صاحب نے اپنے سامنے قالین پر نوٹوں کی گڈیاں پھینک دیں اور انہیں حکم دیا کہ انہیں اٹھائیں۔ وہ شخص اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پر چل کر نوٹوں کی کوئی گڈی ادھر سے اٹھاتا تھا اور کوئی گڈی ادھر سے اٹھاتا تھا، بھٹو صاحب تکبر کے ساتھ اس سے بہت لطف اندوز ہوئے۔

یہ خواہش کہ آئین متفقہ طور پر منظور ہونا چاہیے، ہر جرم کا جواز نہیں بن سکتی۔ سیاست میں مفاہمت بھی کرنی پڑتی ہے مگر یہ مفاہمت بنیادی اصولوں پر قائم رہ کر کی جاتی ہے۔ خواہ اس کے لیے مخالفت ہی کیوں نہ مول لینی پڑے۔ اگر اس طرح گرے ہوئے انداز میں رشوتیں دی جائیں اور اس انداز میں خاص طور پر دینی علماء رشوتیں لیں تو کیا ایسے سیاسی عمل سے کسی خیر کی توقع کی جا سکتی ہے؟ کیا اس طرز پر ملک میں اسلامی آئین نافذ کیا جا سکتا ہے؟ کچھ حقائق درج کر دیے گئے ہیں۔ اس بارے میں پڑھنے والے اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہیں کہ کس طریق پر مذہبی جماعتوں کو رعایتیں دی جا رہی تھیں۔

کیا صرف احمدیوں کے حقوق متاثر ہوئے؟

اسمبلی نے یہ آئین اپریل میں منظور کر لیا تھا۔ تین چار کے علاوہ تمام ممبران نے اس پر دستخط کر دیے۔ لیکن کیا جس آئین کو متفقہ بنانے کے شوق میں اس طرح بنیادی حقوق کو پامال کیا جائے اس سے کیا خیر بر آمد ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب

تلاش کرنے کے لیے ہمیں مرحلہ وار تاریخ کا جائزہ لینا پڑے گا۔اس آئین کو ۱۴/ اگست ۱۹۷۳ء کو نافذ کیا گیا۔فضل الٰہی چودھری صاحب نے ملک کے صدر کی حیثیت سے اور ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اس آئین کے تحت پہلے وزیر اعظم کا حلف اٹھایا۔کیا اس نفاذ کے بعد پاکستان کے شہریوں کو اپنے تمام بنیادی حقوق مل گئے ؟ابھی آئین کو نافذ ہوئے چند گھنٹے ہی گذرے تھے کہ وزیر اعظم کی سفارش پر صدر مملکت نے ملک میں ایمر جنسی نافذ کر دی۔اور اس کے ساتھ آئین میں دیے گئے بہت سے بنیادی حقوق معطل کر دیے گئے۔اس ایمر جنسی کے ذریعہ آئین کی شق ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۳، ۲۴، ۲۵، اور ۲۷ کو معطل کر دیا گیا۔آئین کی ان شقوں میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی تھی۔ملاحظہ فرمائیں کہ ان شقوں میں مذکور کن کن حقوق کو معطل کر دیا گیا۔غیر قانونی گرفتاری پر پابندی، نقل و حرکت کی آزادی، اجتماع کی آزادی، تنظیم سازی کی آزادی، تجارت اور پیشہ اختیار کرنے کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی، جائیداد رکھنے کی آزادی اور تمام شہریوں میں مساوات۔اس قدم کا مطلب یہ تھا کہ اگر حکومت کسی شہری کے یہ حقوق پامال کرے تو وہ عدالت سے رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ ملک میں ایمر جنسی لگی ہوئی ہے۔اور اس کے بعد اس ایمر جنسی میں توسیع ہوتی رہی یہاں تک کہ ۱۹۷۷ء میں ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔جونہی اس ایمر جنسی کا اعلان کیا گیا بلوچستان میں اپوزیشن کے بہت سے سیاسی لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔(روزنامہ ڈان 17/ اگست 1973)

اور ایسے اقدامات کے نتائج ہم اب تک ملاحظہ کر رہے ہیں۔اس مثال کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی ملک میں جماعت احمدیہ کے بنیادی حقوق سلب کرنے کے کام کا آغاز ہوتا ہے تو جلد ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سلسلہ صرف احمدیوں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ جلد ہی دوسرے گروہ بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی ملک میں احمدیوں کے حقوق سلب ہو رہے تھے اور خاموشی اختیار کی گئی تو جلد ہی دوسرے طبقات بھی اس لہر کی لپیٹ میں آ گئے۔اس مضمون میں صرف اس مرحلہ کا جائزہ لیا گیا ہے جب آئین بنا کر نافذ کیا گیا تھا۔ابھی دوسری آئینی ترمیم کے ذریعہ اپنے زعم میں احمدیوں کو قانون کی اغراض کے لیے غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا تھا۔

مضمون کے آخر میں 'پنڈورا باکس' کی کہانی کا آخری حصہ درج کرنا ضروری ہے۔جب پنڈورا نے اس جادوئی باکس کا ڈھکنا اٹھایا اور اس میں سے غم اور المیے اور بیماریاں بر آمد ہوئیں تو پنڈورا نے گھبرا کر اس ڈھکنے کو بند کر دیا۔لیکن اس میں سے مسلسل کسی کی آواز آرہی تھی کہ مجھے بھی باہر نکالو۔لیکن پنڈورا کو ایک مرتبہ پھر اس باکس کو کھولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔لیکن جب یہ آواز مسلسل آتی رہی تو آخر اس نے ایک بار پھر اس باکس کو کھول دیا۔جو آخری چیز اس میں سے نکلی وہ "امید" تھی۔اسی طرح ایک مرتبہ پھر پاکستان کے آئین اور قوانین پر نظر ثانی کرنی پڑے گی لیکن اس مرتبہ حقوق سلب کرنے کے لیے نہیں بلکہ ماضی کی تمام غلطیوں کو درست کرنے کے لیے یہ عمل شروع کرنا ہو گا۔

یہ ہم مظلوم و بیکس تجھ سے ہی فریاد کرتے ہیں

(نظم از مکرم مبارک احمد صاحب ظفرؔ۔یوکے)

زاہد حسن صاحب 3/مارچ کو احمد نگر پنچو گڑھ ضلع میں منعقد ہونے والے جلسہ کے موقع پر گیٹ اور احاطے کا پہرہ دیتے وقت مخالفین کے حملوں کے نتیجے میں پچیس سال کی عمر میں شہادت پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم نے 2019ء میں بیعت کی تھی۔ تین ماہ بعد ہی وصیت کی درخواست جمع کروا دی تھی۔ ان کا خاندان اہلِ حدیث فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد شہید مرحوم نے اپنے والدین کو تبلیغ کرنی شروع کر دی جس کے نتیجے میں 2020ء میں ان کے والدین نے بھی بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ بیعت کے بعد شہید مرحوم باقاعدہ مجھے خط بھی لکھا کرتے تھے۔

(خطبہ جمعہ 10 مارچ 2023)

ہوا ہے ظلم معصومانِ بنگلہ دیش پر مولیٰ
ہر اِک دل غمزدہ ہے اور ہر دیدہ ہے تر مولیٰ

زمین اِک کربلا سی بن گئی ہے ہم غریبوں پر
مدد کو آسماں سے خود زمیں پر اب اتر مولیٰ

لگائی نارِ بُولہبی جلائے گھر شریروں نے
الٹ دے ان کے اوپر ہی تو ان کے سارے شر مولیٰ

ترے در کے فقیروں نے کبھی چوکھٹ نہیں بدلی
کبھی دیکھا نہیں ہے دوسرا کوئی بھی در مولیٰ

یہ ہم مظلوم و بیکس تجھ سے ہی فریاد کرتے ہیں
تو سارے ظالموں کے نیست و نابود کر مولیٰ

بنے پھرتے ہیں ٹھیکیدار جو اسلام کے شیطاں
کچل کر پیس کے رکھ دے تکبر کے یہ سر مولیٰ

ہوا ہے خون جو زاہد حسنؔ کا ارضِ بنگلہ پر
تُو اس پر اب اُگا دے باثمر طیّب شجر مولیٰ

گھنیری ہو چکی ہے رات ظلمت کی بہت لمبی
اسے اب مختصر کر دے تُو کر اِس کی سحر مولیٰ

بہت ہے ناز دشمن کو جمعیّت اور کثرت پر
فرشتے بھیج، لکھ دے اِک نئی فتحِ بدر مولیٰ

ظفرؔ بن کر سوالی در پہ تیرے سر بسجدہ ہے
نہ مر جائیں کہیں آ کر تُو لے جلدی خبر مولیٰ

قابلیت اپنی جگہ مسلمانی اپنی جگہ

(کالم وسعت اللہ خان۔بشکریہ۔ڈوئچے ویلے مورخہ یکم اپریل 2023)

ہمارے ہاں کوئی بھی غیر مسلم پاکستانی صدرِ مملکت یا وزیرِ اعظم کے دو عہدوں کو چھوڑ کے کسی بھی آئینی، سیاسی انتظامی عہدے پر فائز ہو سکتا ہے۔

جب سے حمزہ یوسف اسکاٹش نیشنل پارٹی کے سربراہ کے طور پر اسکاٹ لینڈ کے فرسٹ منسٹر (تقریباً وزیرِ اعظم) بنے ہیں تب سے ہم سب بہت خوش ہیں۔ایک تو حمزہ انگلستان میں پیدا ہونے کے باوجود "ساڈا بندہ" ہے کیونکہ اس کے دادا جان میاں چنوں سے ہجرت کر کے سکاٹ لینڈ گئے تھے۔دوسرے یہ کہ الحمد للہ حمزہ یوسف مسلمان ہے۔

جس طرح سات برس سے براجمان لندن کے میئر صادق خان مسلمان ہیں اور برطانیہ میں جنم لینے کے باوجود وہ اپنے پاکستانی والدین کی نسبت سے ہمارے اپنے ہی ہیں اور جس طرح بیرونس سعیدہ وارثی کے بزرگوں کا تعلق گوجر خان سے تھا اور وہ پہلی پاکستانی نژاد مسلمان سیاستدان ہیں جو دس برس پہلے برطانوی کابینہ کا حصہ ہونے کے علاوہ کچھ مدت تک حکمران کنزرویٹو پارٹی کی چیئرپرسن بھی رہیں۔

بحیثیت پاکستانی دوسروں کی مسلمانی کی تصدیق اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے ساتھ پچھلے چھ برس میں دو بار ہاتھ ہو چکا ہے۔

ایک بار تب جب فروری دو ہزار سترہ میں سیاہ فام امریکی اداکار مہرشالا علی کو فلم مون لائٹ میں بہترین معاون اداکار کا آسکر ملا تو اقوامِ متحدہ میں متعین پاکستانی سفیر ڈاکٹر ملیحہ لودھی نے فوراً آسکر جیتنے والے اس پہلے مسلمان اداکار کو مبارک باد دی۔

جیسے ہی کسی نے سفیر صاحبہ کے کان میں سرگوشی کی کہ کیا غضب کر رہی ہیں یہ مسلمان نہیں احمدی ہے تو ڈاکٹر ملیحہ لودھی نے فوراً مبارک بادی کا ٹویٹ مٹا دیا۔تب کہیں جا کے باقی دنیا کو پتہ چلا کہ مہرشالا علی بھلے کتنے ہی بڑے ایکٹر ہوں اور باقی دنیا اپنی "لاعلمی" میں بھلے مہرشالا علی کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھ رہی ہو۔لیکن ہمارا کسی بھی انسان کو ماپنے کا معیار اس کا ذاتی عقیدہ ہے نہ کہ اس کی کوئی معروف بنیادی صلاحیت۔

کچھ ایسا ہی دھوکہ عمران خان کو بھی ہوا جب اگست دو ہزار اٹھارہ میں وزیرِ اعظم بنتے ہی انہیں ملکی اقتصادیات کے سدھار کے لیے دس عقل مند معاشی مشیروں کی کونسل بنانے کی سوجھی۔اس کونسل میں عاطف میاں کا نام بھی شامل کر دیا گیا۔

عاطف میاں نہ صرف لاہور سے تعلق رکھنے والے پاکستانی امریکن شہری ہیں بلکہ بطور ایک سرکردہ ماہرِ معیشت عالمی مالیاتی اداروں اور یونیورسٹیوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔پھر کسی نے انکشاف کیا کہ عاطف میاں لاکھ قابل سہی پر ہیں تو احمدی۔چنانچہ عمران خان کو نہ صرف عاطف میاں کا نام واپس لینا پڑا بلکہ اس دس رکنی معاشی مشاورتی کونسل کا نام بھی پھر کسی نے نہیں سنا۔چند ماہ بعد پتہ چلا کہ عاطف میاں سعودی دارلحکومت ریاض میں ویژن دو ہزار تیس کے تحت ہونے والی ایک

کانفرنس میں بطور کلیدی مقرر مدعو کیے گئے۔
جہاں نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کی قبر کا کتبہ بگاڑا جاچکا ہو وہاں بھلا عاطف میاں جیسے عالمی شہرت یافتہ ماہرین کس کھیت کی مولی ہیں۔ڈاکٹر سلام ہوں گے باقی دنیا کے سائنسی ہیرو مگر ہمیں تو اپنا ایمان سب عالمِ اسلام سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ہمیں بھلا ایک عالمی شہرت یافتہ پاکستانی نژاد "قادیانی" سے کیا لینا دینا۔
اکثر پاکستانیوں کو کینیڈا کے وزیرِاعظم جسٹن ٹروڈو اس لئے پسند ہیں کہ ان کی پہلی کابینہ میں گیارہ اور دوسری کابینہ میں سات رنگ دار وزیر ہیں۔ان میں سیاہ فام بھی ہیں، سانولے بھی ہیں، زردی مائل چینی بھی اور سکھ، ہندو اور مسلمان بھی۔
لیکن چین کو پسند کرنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم چینی نظامِ معیشت ہی اپنالیں۔پارلیمانی جمہوریت کے شیدائی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم پوری طرح سے برطانیہ، کینیڈا وغیرہ کے پارلیمانی نظام کی نقالی کرنے لگیں۔افغان طالبان ہمیں بہت پسند ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم بھی طالبانی نظریہ اسلام اپنالیں۔ہمیں بہت تشویش ہوتی ہے جب چوطرف خصوصاً مغربی دنیا میں اسلامو فوبیا کی لہر محسوس ہوتی ہے۔ہمیں بے حد خوشی ہوتی ہے جب کسی کرسچن ملک کے دارلحکومت کا میئر کوئی اقلیتی مسلمان بنے۔
ہمارا انیس سو تہتر کا آئین بھی اقلیتوں کو برابری کے حقوق دیتا ہے اور عقیدے رنگ و نسل اور علاقے کی بنیاد پر کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھتا۔پاکستان کے تمام شہری آئین و قانون کی نظر میں برابر ہیں۔مگر ہمارے ہاں کوئی بھی غیر مسلم پاکستانی صدرِ مملکت یا وزیرِاعظم کے دو عہدوں کو چھوڑ کے کسی بھی آئینی، سیاسی انتظامی عہدے پر فائز ہو سکتا ہے۔چیف جسٹس بن سکتا ہے، اسپیکر، گورنر، وزیرِاعلی، سفیر، وزیر حتی کہ تینوں مسلح افواج کا سربراہ بھی بن سکتا ہے۔اب اگر خود ہی نہ بننا چاہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔
اکتوبر دو ہزار انیس میں پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایک کرسچن رکنِ قومی اسمبلی نوید عامر جیوا نے ایک آئینی ترمیمی بل پیش کیا کہ بطور پاکستانی شہری کوئی غیر مسلم بھی ملک کا صدر یا وزیرِاعظم بن سکتا ہے۔
توقع کے مطابق تحریکِ انصاف سے تعلق رکھنے والے وزیرِ مملکت برائے پارلیمانی امور علی محمد نے اس بل کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ اسلامی جمہوریہ ہے لہذا کوئی غیر مسلم دو اعلی ترین عہدوں پر نہیں بٹھایا جاسکتا۔بل مسترد ہو گیا۔حتی کہ نوید عامر جیوا کی جماعت پیپلز پارٹی نے بھی اس معاملے پر اپنے رکنِ اسمبلی کا ساتھ نہیں دیا۔
اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ کل کلاں نریندر مودی کی بے جی پی بھارت کے سیکولر ریپبلک کے آئین میں ترمیم کر کے ہندو ریپبلک آف انڈیا قرار دے دے تو ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔اور اس کا یہ مطلب بھی ہر گز نہیں کہ اگر مستقبل میں کوئی مسلمان اقلیتی برادری کا حصہ ہونے کے باوجود برطانیہ کا وزیرِاعظم بنتا ہے تو ہم خوش نہیں ہوں گے۔
نوٹ: ڈی ڈبلیو اردو کے کسی بھی بلاگ، تبصرے یا کالم میں ظاہر کی گئی رائے مصنف یا مصنفہ کی ذاتی رائے ہوتی ہے، جس سے متفق ہونا ڈی ڈبلیو کے لیے قطعاً ضروری نہیں ہے۔

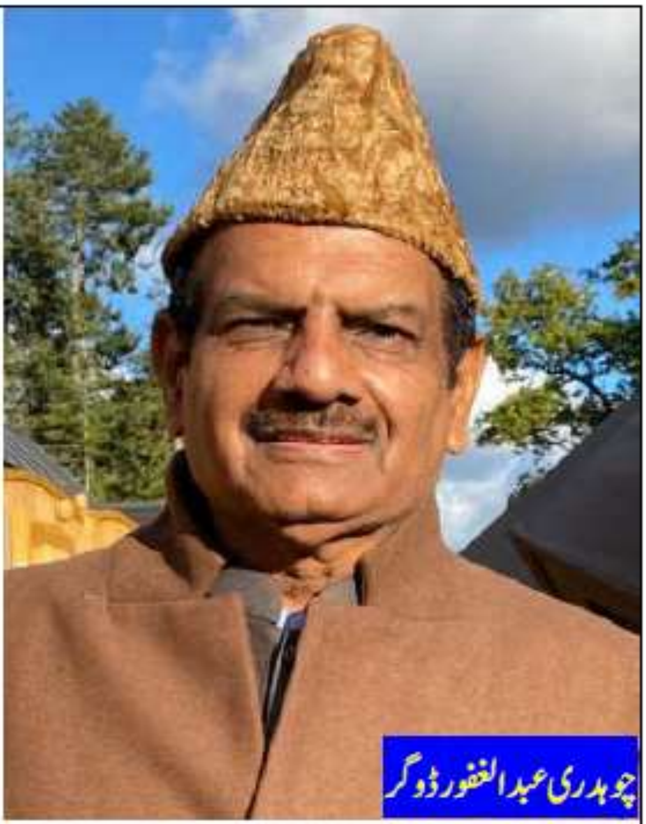
چوہدری عبدالغفور ڈوگر

پروفیسر چوہدری حمید احمد

حیدر علی ظفر

محمد کولمبس خاں

منیر احمد باجوہ

سلیم احمد طور

فرید احمد خالد

راجہ محمد یوسف

تقویم رفیق احسن

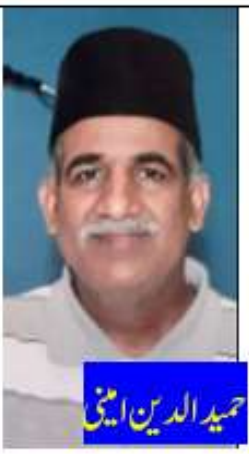
حمید الدین امینی

عبدالحنان ڈوگر

محمد افضل وینس

فضل احمد طاہر

محمد ادریس

عامر افتخار ماعر

سید شکیل احمد

داؤد احمد ناصر

عبدالرزاق ڈوگر

عارف طارق محمود

چوہدری وسیم احمد

نصیر احمد باجوہ

ریاض نوید

عطاالعزیز

عبدالرؤف

توصیف احمد
طاہر صہیب
کلیم احمد
چوہدری انیس احمد
ماسٹر آفتاب احمد
نعیم احمد عزیز
حفیظ الرحمٰن انور
بشیر الدین
خواجہ ادریس احمد
شیخ محمد اسلام الدین
ثاقب مسعود
عطاالغفور
محمود احمد وڑائچ
خالد محمود
عبدالسلام رضوان

شیخ منصور احمد

شیخ ہارون رشید

آفاق احمد باجوہ

میجر عبدالوحید ظفر

اکرام اللہ رانجھا

ملک منصور احمد

ندیم احمد

محمد عبدالجلیل بٹ

داؤد احمد چیمہ

چوہدری منیر احمد

عبدالشکور بھٹی

شاہد کلیم

چوہدری نصیر احمد

ڈاکٹر طاہر محمود

رفیق الرحمٰن انور

سلیمان محمود

سلمان محمود

ملک محمد سلیم احمد

محمد اسحٰق اطہر

خواجہ مبشر احمد

محمد صدیق ڈوگر

قیصر جمال

طاہر اختر

مشتاق احمد چھٹہ

عبداللہ نیازی

تسلیم فواد احمد

ظہیر احمد

سعید احمد ناز

منصور رسول

چوہدری نصیر احمد

طارق محمود

پروفیسر ناصر احمد

مقبول الٰہی

ثاقب محمود

مبشر احمد

مبشر احمد کاہلوں

صادق احمد

چوہدری حمید اللہ ظفر

شاہد منصور تاثیر

کلیم احمد

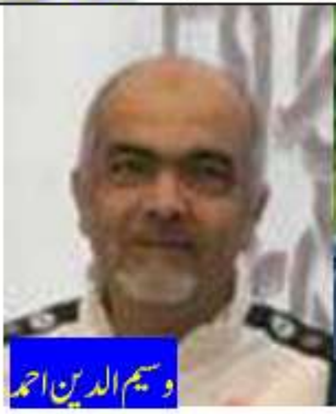
وسیم الدین احمد

حمید احمد خالد

منور حسین طور

لطف اللہ خاں

محمود احمد

منیر احمد امینی

ادریس احمد اختر

غلام مصطفیٰ ودود

نسیم حسین ایاز

آصف ندیم

غسان احمد ورک

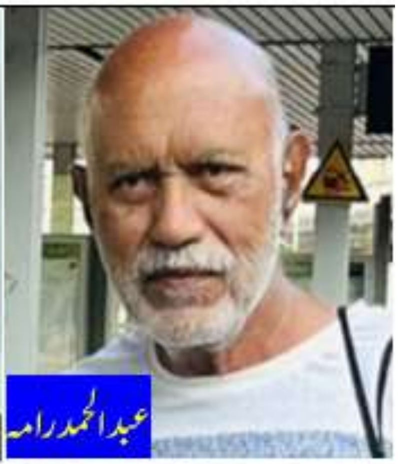
عبدالحمد رامہ

فاروق احمد

میر لئیق احمد

یحییٰ الیاس

میر ظہور الدین

منور احمد باجوہ

محمد امین خالد

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ

شعیب احمد ڈوگر

عطاالمنعم رزاق

مبشر احمد لاہوری

نور احمد قمر

سیّد افتخار حسین گردیزی

ابراہیم عثمان خاں

چوہدری سفیر احمد

خاور افتخار

روشن ستارے

(محمد داؤد منیر۔ سال چہارم)

یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب ہمارے ہمارے سینے میں ایسی کوئی آہ موجود نہیں جس کا دُھواں اس محفل کی فضا میں تحلیل ہو سکے۔ اب نہ ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی ایسا آنسو بھی تیر تا دکھائی نہیں دیتا جس سے یہ کاغذ نم آلود ہو جائے۔ زیرِ نظر شمارہ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد کا پہلا شمارہ ہے جی چاہتا ہے کہ تعلیم الاسلام کالج کے ان یاران قدیم کی یاد میں ایک پچھلی سی محفل برپا کر لیں جنہوں نے وطن عزیز کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ شہید ہوئے، کچھ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد اب تک دشمن کی قید میں ہیں اور کچھ ابھی تک سرحدوں پر بیٹھے کسی اشارے کے منتظر ہیں۔ قوم کے ان مایہ ناز فرزندوں کو ہم سلام کہتے ہیں۔ کاش! ہم میں سے ہر ایک کو علم ہو جائے کہ شمشیروں کے حسین سائے میں بسنے والے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ تا ابد زندہ و پائندہ۔۔ یہ زمین و آسماں چکر کھاتے کھاتے تھک جائیں مگر اُن کے کفن میلے نہ ہو سکیں گے۔ آئے اب ذرا ان صف شکن مجاہدوں کے کارناموں سے اپنے دل گرمائیں جو کبھی اسی کالج کے کمروں میں بیٹھتے اور نہی روشوں پر گھوما کرتے تھے۔

1۔ 1949 کا ذکر ہے کہ تعلیم الاسلام کالج میں منیر نامی ایک لڑکا ایف اے کا طالبعلم تھا۔ منیر ایک ایسے دور کا طالبعلم تھا جبکہ 1947 کے قیامت خیز انقلاب سے امن وچین اور سکون کے دن مبدل ہو گئے تھے۔ نہایت بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں لاہور میں تعلیم الاسلام کالج کا آغاز ہوا۔ لٹے پٹے طلباء دن کو جن صفوں پر بیٹھ کر اساتذہ کے لیکچر سنتے رات کو انہی سفوں پر سو رہتے۔ دبلا پتلا مگر چاک وچوبند منیرؔ شروع ہی سے خموش طبع تھا۔ ہاکی کا اتنا اچھا کھلاڑی کہ کالج کو اس پر فخر تھا۔ اس کے علاوہ گاف کا بھی حد درجہ شوقین تھا۔ جب کبھی دوستوں کے ساتھ بیٹھتا تو فضاؤں کی باتیں ہی کرتا۔۔ پاکستان نیا نیا بنا تھا دشمن اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانے کے درپے تھا۔ فضاؤں ہر وقت طیّاروں کی گھن گرج سنائی دیتی رہتی۔ منیرؔ جب کبھی کسی طیارے کی گھن گرج سنتا فوراً کلاس سے باہر نکل کر اسے دیکھنے لگتا اور اُس کی نگاہیں دور تک جہاز کا پیچھا کرتیں۔ جب جہاز آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا تو وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر نصاب کی کتابیں پرے پھینکتا اور سوچوں کی دنیا میں کھو جاتا۔ منیرؔ کا فضا میں اڑنے کا یہی شوق اسے کالج کی چاردیواری سے نکال کر فلائنگ کلب میں لے آیا جہاں وہ دو سال تک فضائی تربیت حاصل کرتا رہا۔ چپ چپ رہنے والا وہی منیرؔ کافی ہنس مکھ ہو چکا تھا۔ دوستوں سے انتہائی خوش خُلقی سے پیش آتا۔ فلائنگ کلب میں دو سال گزارنے کے بعد 1951 میں وہ پاک فضائیہ سے منسلک ہو گیا۔ پی اے ایف سکول کے سیبر ہاؤس میں منیر کا نام اس کی

ہمدردی، خوش خلقی اور محبت و مودّت کی وجہ سے اتنا مشہور ہوا کہ بعد میں یہی سیبر ہاؤس منیر ہاؤس کہلانے لگا۔ رفتہ رفتہ منیر اپنے فن میں اتنا ماہر ہو گیا کہ اس کی ہوابازی کی دھاک غیروں کے دل پر بیٹھ گئی۔ 22 سال کا منیر اب 38 سال کو پہنچ چکا تھا۔ اب اسے سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین کے نام سے پکارا جانے لگا۔ 1965 کے افق پر ستمبر کا مہینہ طلوع ہوا۔ ناپاک اور عیّار دشمن نے پاکستان پر جنگ مسلط کر دی۔ جہاں زمینی توپوں کے دہانے کھلے وہاں پاک فضائیہ بھی حرکت میں آگئی اور اسے تمام فضائی مہمات سے مستثنیٰ قرار دیدیا گیا۔ منیر آزردہ خاطر ہو گیا۔ وہ فضاؤں کا مسافر تھا جسے زمین پر قید کر دیا گیا تھا۔

قفس میں ہم تھے، گھری بادلوں میں بجلی تھی　　تڑپ تڑپ کے رہے دونوں آشیانوں کے لئے

منیر اپنے ماتحتوں سے التجا کرتا کی خدارا تم میرا کام سنبھالو اور مجھے فضا میں جانے دو۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہو کہ منیر نے کسی اور افسر کو اپنے کام پر متعین کیا اور خود جہاز لیکر فضاؤں میں کود گیا۔ 11 ستمبر کا دن تھا۔ آج پاک فضائیہ کو ایک اہم کام سر انجام دینا تھا۔ امرتسر کے راڈار اسٹیشن کو تباہ کرنے کا کام۔ منیر بضد تھا کہ اُسے بھی اس خطرناک مشن پر بھیجا جائے۔ چنانچہ ونگ کمانڈر شمیم احمد کی سرکردگی میں چار جہازوں کا گوپ اس اہم مشن پر روانہ ہوا۔ جہاز ہدف پر پہنچے۔ سکواڈرن لیڈر منیر کو حملہ کرنے کا حکم ہوا۔ منیر نے غوطہ لگایا مگر بم پھینکے بغیر آگیا اور ساتھ ہی اپنے ساتھی کو بتایا کہ نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ امرتسر کا راڈار اسٹیشن شہری آبادی میں یوں چھپا ہوا تھا کہ ماہر سے ماہر ہواباز بھی اس کا کھوج نہ لگا سکتا تھا۔ دوسری مرتبہ بھی یوں ہوا۔ اگر منیر کو شہری آبادی کی تباہی کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ ضرور بم گرا دیتا لیکن وہ تو نرمی و الفت کا پیکر تھا۔ بے گناہ شہریوں کو کیسے نشانہ بناتا۔ تیسری دفعہ منیر نے پھر غوطہ لگایا اور اتنا نیچے چلا گیا کہ اس کے دوسرے ساتھ حیران رہ گئے اور ساتھ ہی امرتسر کے راڈار اسٹیشن پر قیامت بپا ہو گئی۔ منیر نے نشانے لیکر راکٹ چھوڑے اور راڈار کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ابھی منیر غوطہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ مخالف سمت سے طیارہ شکن توپوں نے یکدم گولوں کی بوچھاڑ کر دی۔ گولیوں کی ایک باڑ منیر کے سیبر جیٹ طیارے کو پاش پاش کر گئی اور خش خلق و زندہ دل اور اور پاک فضائیہ کا چہیتا ہواباز ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ جاوید ہو گیا۔ منیر کی اس بے مثال جرأت اور بہادری پر اسے ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔ اے تعلیم الاسلام کالج کی پُر شکوہ و پُر وقار طالبعلم! تجھ پر ساری قوم فخر اور بہادری پر اسے ستارہ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔ تجھ پر ساری قوم فخر کرتی ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم تیری یاد کے تمام نقوش ابد تک اپنے سینوں پر سجائے رکھیں گے کہ تُو نے ہمارے سر فخر سے بلند کر دیئے ہیں!